Delhi
Weekly Edition
ایڈیٹر

مشہور فلم ستار درگا کھوٹے

124861
31.8.95

کرن دیوان "بھائی جان" میں

گاؤں کی گوری کا ایک سین

سوچا اور غور کرو۔ اپنے گرد و پیش ہندو کانگریس کی کارفرمائی پر نظر کرو اور دیکھو کہ ہندو اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے سرمایہ اور پروپیگنڈے کی طاقتوں کو کس طرح کام میں لا رہا ہے اور تم ان کے مقابلے کی کتنی تیاری کر رہے ہو۔" (منشور)

سب سے پہلے اس کتاب کی اور اس کے مصنف کی پوزیشن پر غور کرنا ہے اس کے بعد منشور کے پہلے پیراگراف کا جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب کا مصنف لاریب کانگریس ہائی کمانڈ کا اسی طرح رکن ہے جس طرح دوسرے ارکان۔ تاریخ کانگریس اس کی ذاتی تصنیف ہے۔ آفیشل نہیں ہے اور اگر آفیشل ہو، ہو تو بھی کانگریس کی تجویز نہیں ہے۔ کانگریس کے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔ کانگریس کی پالیسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ ایک شخص کی ذاتی رائے ہے۔ جس کو کانگریس جب تک قبول نہ کرے اور اپنی پالیسی میں اس کو شامل نہ کرے کانگریس سے اس کو منسوب کرنا انتہائی غیر ذمہ داری اور بڑی حد تک بے ایمانی ہے۔ جس کا احساس اس اخبار کے ایڈیٹر کو ہونا چاہیئے تھا۔ جو مسلم لیگ کا سرکاری اخبار ہے۔

جس طرح مسلم لیگ کے کارکنوں کی غیر ذمہ دارانہ تقریروں، مضامین اور جھگڑوں پر لیگ اس کی سرکاری ذمہ داری اس حیثیت سے تسلیم نہیں کر سکتی جس حیثیت سے وہ اپنی سرکاری تجویزوں کو کرتی ہے۔ اسی طرح کانگریس پر اس کے ایک فرد کی تصنیف کی ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکتی۔

اب اصل تحریر کا جواب ملاحظہ ہو۔

(۲) اس پیراگراف کا ابتدائی حصہ ہی اس کے انتہائی حصہ کی کافی سے زیادہ تشریح ہے۔

تاریخ کانگریس کا مصنف ہندو نہیں ہندوستان کے ان ہندو رہنماؤں کا تذکرہ کر رہا ہے۔ جنہوں نے توہم پرستی کے خلاف جہاد کیا اور ہندو سماج میں اصلاحی تحریکات کو جنم دیا۔ ظاہر ہے کہ سوامی شردھانند، لالہ لاجپت رائے نے ان اصلاحی تحریکات میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اور یہ دونوں حضرات آریہ سماجی تھے جو اپنے گرو سوامی دیانند آنجہانی کے مسلک میں متشدد ہوتے ہوئے کبھی کانگریس میں شریک رہے۔ اور کبھی کانگریس کے خلاف صف آرا ہوئے۔ خصوصاً سوامی شردھانند آنجہانی نے تو کانگریس کے خلاف زبردست

مورچہ اٹھایا۔ اور کانگریس نے جو خلافت کی تحریک میں سرفروشی سے کام کیا تھا اس کو کانگریس کے جیلوں میں ہونے کی وجہ سے سوامی جی نے شدھی اور سنگھٹن کی فرقہ وارانہ تحریکات کے ذریعہ تباہ کر دیا۔ اس لئے کانگریسی حلقوں میں تو سوامی جی آخر وقت تک مقبولیت حاصل نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ ان کی موت بھی فرقہ پرستی کے جذبات کے تحت ہوئی۔

اب رہ گئے لالہ لاجپت رائے وہ کبھی کانگریس کے صدر ہوتے تھے اور کبھی کانگریس کے خلاف مورچہ لگاتے تھے اگرچہ ان کی موت فرقہ وارانہ سرگرمیوں کی وجہ سے نہ ہونے کی بجائے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے طفیل ہوئی۔ لیکن کانگریس میں ان کو ہمیشہ ایسے گروہ میں سمجھا گیا جس کی وفاداری کانگریس کے نزدیک مشتبہ تھی۔ اس لئے ان دونوں کی خدمات خالص سیاسی نہ تھیں۔ بلکہ انہوں نے ہندوؤں میں اصلاحی کام کیا۔ جس کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر پٹابھی لکھتے ہیں:

"حقیقت میں یہ تمام تحریکیں ہندوستانی قومیت کی مختلف کڑیاں تھیں، اور قوم کا فرض تھا کہ وہ ایک ایسی جامع چیز پیدا کرتی، جس کے ذریعہ تعصب اور وہم پرستی کا ازالہ کیا جائے اور قدیم ویدانت کے تصور کو نکھارا اور زندہ کیا جائے۔ اور اسے عہد جدید کی قومیت سے مطابقت دیکر چلایا جا سکے۔"

ظاہر ہے کہ اس پورے پیراگراف میں جس کو منشور نے انڈر لائن کر کے نمایاں کیا ہے۔ کہیں مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے کسی نوعیت سے بھی اس کو مسلمانوں کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ منشور کی سرخیوں کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ کس شعبدہ بازی کے ساتھ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اب رہ گیا اس پیراگراف کا آخری ٹکڑا۔ اس پر بحث ملاحظہ ہو۔

"انڈین نیشنل کانگریس کے ذریعہ اس مشن (یعنی اصلاح) کا پورا ہونا مقدر تھا۔"

ظاہر ہے کہ کانگریس کے تعمیری پروگرام کا ایک حصہ اچھوت ادھار ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کیجئے کہ وہ ایک سیاسی جماعت کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔

اس کو نظر انداز کیجئے کہ اگر مسلمان کثرت سے کانگریس میں شریک ہوتے تو یہ پروگرام مردود ہو کر رہ جاتا یا نہیں۔

بہر حال اچھوت ادھار کانگریس کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ اور مصنف تاریخ کانگریس ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیہ اسی تحریک کی کامیابی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اچھوت ادھار کسی صورت میں بھی مسلمانوں کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ پستوں کو ابھارنا، مظلوموں کی دستگیری اسلام کا مشن ہے۔ جو اگر علمائے کرام کو مذہبی احساس ہوتا، سیاسی بصیرت ہوتی تو ان کے ذریعہ اس مشن کی تکمیل ہوتی۔ اور ہندوستان کی ایک تہائی قوم کی اصلاح کا فخر ان کو حاصل ہوتا۔ لیکن یہ کام کانگریس کر رہی ہے۔

بہر حال اس ٹکڑے سے کسی نوعیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر پٹابھی نے "کانگریس کا مشن ویدک دھرم کا احیاء ظاہر کیا ہے"۔

کانگریس کا مشن فری میسن نہیں ہے۔ اس کی تجاویز حسن بن صباح کی جنت نہیں ہیں۔ اس میں خفیہ تحریکات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کے تمام کاغذات پر حکومت کو اور مسلمانوں کو پوری طرح دسترس حاصل ہے اور یہ تاریخ چھپی ہوئی ہے۔ عوام تک پہنچانے ہی کے لئے اس کو شائع کیا گیا ہے۔ یہ کوئی خفیہ دستاویز نہیں ہے جس کے حاصل کرنے میں ایڈیٹر صاحب منشور پھولے نہ سماتے ہوں۔ دنیا میں کوئی احمق ہی اس پر یقین کر سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے خلاف ہے یا اس کے وہ معنی لئے جا سکتے ہیں۔ جو مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے اور مشتعل کرنے کیلئے مسٹر حسن ریاض نے شائع کر کے لیگ کے اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔

اب منشور کے آخری نوٹ کا جواب ملاحظہ ہو۔

(۳) بالکل غلط ہے، جھوٹ ہے کہ کانگریس متحدہ قومیت کے لئے ہرگز یہ نہیں ہے۔ کانگریس کی کوئی تجویز مسٹر ریاض اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکتے۔

یہ تو خوشی کی بات ہے کہ لیگ کے اس آرگن کو بھولے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے خدا اور رسول یاد آ رہا ہے اور وہ کانگریس کے علاوہ کو خدا اور رسول سے بغاوت قرار دے کر کانگریسی مسلمانوں کی دیانت و بصیرت پر حملہ کر رہا ہے۔

لیکن لیگ کے حلقہ میں سامراج کا کلاوہ کس کے نہیں پڑا ہوا؟ اور خدا کے باغیوں کا یہ ٹولہ خدا اور رسول کے احکام پر کب سے عمل کر رہا ہے؟

کیا مسٹر حسن ریاض میں ہمت ہے کہ مسٹر جناح، نواب زادہ وغیرہ کے اسلام اور دیانت پر بحث کے چیلنج کو قبول کر سکیں۔ فرمائیے کب تک آپ کے جواب کا انتظار کیا جائے؟

کانگریس کا آئندہ صدر

سنا ہے بمبئی میں کانگریس کا اجلاس ہوگا اپریل میں کانگریس کے نئے صدر کا انتخاب کانگریس کمیٹیوں کو کرنا ہے۔

پیشوائے اعظم حضرت علامہ آزاد کا عہد صدارت ختم ہو گا۔ اور نئے صدر کے انتخاب کے لئے حسب ذیل نام پیش کئے جا رہے ہیں

(۱) پیشوائے اعظم حضرت علامہ آزاد۔
(۲) مسٹر آصف علی۔
(۳) خان عبد الغفار خاں
(۴) مسٹر ولبھ بھائی پٹیل
(۵) پنڈت جواہر لال نہرو۔

ان پانچوں ناموں میں اگر پیشوائے اعظم حضرت علامہ آزاد بوجہ علالت انکار فرمائیں تو میری رائے میں بادشاہ خاں صاحب اور آصف علی صاحب کے زیادہ موجودہ حالت میں دوسرا موزوں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عام مسلمانوں کو کانگریس میں زیادہ سے زیادہ شریک کرنا ہے صوبائی انتخابات کے بعد کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی میں مسلمانوں کے مفاد کو مسلمان صدر ہی کے ذریعہ طے کرانا ہے۔ اس لئے اس سال بھی کانگریس کا صدر مسلمان ہونا چاہیئے۔ نیز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں دوروں کے لئے، دیہات کے مسلمان تک پہنچنے کے لئے ہر نوعیت سے مسلمان صدر کا ہونا ضروری ہے۔

اس لئے توقع کرنی چاہیئے کہ کانگریس کمیٹیاں ہندوستان کے آئندہ صدر کے انتخاب میں ان امور کے پیش نظر حضرت علامہ آزاد کے انکار کے بعد خان عبد الغفار خاں صاحب کو منتخب کریں یا مسٹر آصف علی کو۔ دونوں کانگریس ہائی کمانڈ کے رکن ہیں۔ دونوں تقریروں کے بادشاہ ہیں، اور دونوں سیاسیات پر کافی سے زیادہ عبور رکھتے ہیں۔ دونوں کی قربانیاں اور قابلیت ناقابل فراموش ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کانگریس کمیٹیاں حالات کے پیش نظر ہر دو حضرات میں سے

لارڈ ویول کی تقریر اسمبلی میں

۲۹ جنوری کو لارڈ ویول نے حسب دستور مرکزی اسمبلی میں تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"بہت جلد نئی ایگزیکٹو کونسل سیاسی لیڈروں پر مشتمل بنائی جائے گی اور آئین ساز اسمبلی کا انتخاب ہوگا۔

ہندوستان کی آزادی کے لئے کوئی تاریخ مقرر کرنی مشکل ہے لیکن یہ یقین دلاتا ہوں کہ دہلی اور وائٹ ہال میں "مقدم" کا لیبل لگا ہوا ہے۔

اگر حکومت کو ہر معاملہ میں شکست دینا آپ کا سیاسی فرض ہے تو مجھے کچھ نہیں کہنا ہے لیکن ایسی قانون سازی کو روکنا جو ہندوستان کے لئے مفید ہو سکتا ہو ناعاقبت اندیشانہ پالیسی ہے۔

میں اگر نئی ایگزیکٹو کونسل بنانے میں کامیاب ہوگیا تو آئندہ اجلاس میں آپکو بہت ضروری تعمیری کام کرنا ہوگا اور مجھے اختیارات استعمال کرنے سے نجات مل جائے گی۔

میرے جن ساتھیوں پر تہمتیں لگائی ہیں انھوں نے ہندوستان کی بہت خدمت کی ہے۔"

تقریر اتنی مختصر تھی کہ آج تک کسی وائسرائے کی نہیں ہوئی۔ اسمبلی ہال میں سب سے طاقتور اپوزیشن (کانگریس) موجود نہ تھی اس لئے ہو کا عالم تھا۔ لیکن اگر حکومت لیگ سے سازش کر کے صدارت کے مسئلہ میں کانگریس کو شکست دینے کے خبط میں مبتلا نہ ہوتی تو شملہ کانفرنس کی فضا اسمبلی ہال میں ہوتی۔

ہز ایکسیلنسی نے اپنے جن ساتھیوں کی تعریف کی ہے وہ اگر نہ ہوتے تو بہتر تھا کیونکہ ہندوستان اس کو کیونکر بھول سکتا ہے کہ ان ساتھیوں کی گمراہی کی بدولت اگست ۱۹۴۲ء کے ہولناک واقعات پیش آئے۔ اگر بمبئی میں گاندھی جی سے ملاقات کر لی جاتی تو حالات اس درجہ خراب نہ ہوتے۔

لاریب اگر ملک کے حقیقی نمائندوں پر ایگزیکٹو کونسل بن گئی تو ملک اور حکومت دونوں کے لئے مفید ہوگی۔

بے شک ہز ایکسیلنسی کی یہ دلی خواہش ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ جلد از جلد طے ہو۔ لیکن پارلیمنٹ اور وزیر ہند ہز ایکسیلنسی کے ماتحت نہیں ہیں۔ نیز جو طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کو ٹالنے کے لئے بہانے تلاش کئے جا رہے ہیں۔

کسی محب وطن کی یہ خواہش نہیں ہو سکتی کہ وہ موجودہ حالت میں تعمیری کام کی بجائے حکومت کو شکست دینے پر اپنا وقت ضائع کرے۔ لیکن اگر حکومت ہی عوام کے نمائندوں کا تعاون کرنے اور ملک کی آواز کو دبانے سے باز نہ آئے تو کانگریسی ممبران کیا کریں؟

حکومت کا فرض ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات سے سبق لے اور اپنی شکستوں کے اسباب دریافت کرے کہ اس کے بغیر ہندوستان کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے نہیں ہو سکتا۔

وائسرائے کی تقریر اور مسٹر جناح

جس طرح لیگ پارٹی اسمبلی میں حکومت سے تعاون کر رہی ہے وہ غداری کا ایسا سیاہ باب ہے کہ اس کو آنے والا مورخ کبھی فراموش نہ کرے گا۔ مگر اس سلسلہ میں مسٹر جناح کا وہ بیان بہت ہی دلچسپ ہے۔ جو انھوں نے وائسرائے کی تقریر پر دیا ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) "ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل پاکستان ہے مسلمان کسی عارضی حل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

(۲) مسلمان دستور ساز اسمبلی کو منظور نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی اور وہ اپنے فیصلے مسلمانوں پر نافذ کرے گی۔

کانگریس نے اپنی جماعتی طاقت سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ بددیانتی سے مسلمانوں کے انتخاب میں ناروا مداخلت کی۔ اس کی پشت پر ان اخبارات کا جھوٹا پراپیگنڈا ہے جو سو فیصدی کانگریس کے قبضہ میں ہیں۔ غیر محدود مالی ذرائع اور اقتصادی دباؤ مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ جس سے فضا خراب ہوئی۔"

مسٹر جناح کی اس تقریر کو حقائق کی روشنی میں دیکھئے۔

(۱) ہندوستان کے اس مسئلہ کا واحد حل پاکستان کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کی گیارہ آل انڈیا جماعتیں پاکستان کے خلاف ہیں۔ اور پاکستان مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ نہیں ہے۔ نیز مسٹر جناح کو دس کروڑ مسلمانوں کی طرف سے بولنے کا حق کس نے دیا ہے وہ اگر بول سکتے ہیں تو صرف لیگ کے ممبروں کی جانب سے۔ جو مسلمان لیگ کو سامراج کا آلہ کار سمجھتے ہیں ان کی طرف سے کس اصول کے تحت مسٹر جناح بولنے کا حق رکھتے ہیں؟ جو لوگ مسٹر جناح کو سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے ان کی سرپرستی مسٹر جناح کس قاعدہ سے فرما سکتے ہیں؟

ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل اگر کچھ ہے تو حق خود ارادیت ہے۔ جو صدر، کانگریس نے پیش کیا ہے۔ جس میں پاکستان کی روح موجود ہے۔ جمہوریت اور انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ پاکستان کے نام پر سامراج کو رد کرنے کے لئے حیلے نہ تراشے جائیں۔

(۲) کیوں نہیں منظور کریں گے۔ جب کہ اس دستور ساز اسمبلی کو کانگریس پوری طرح یہ حق دے چکی ہے کہ مسلمانوں کے تمام مسائل مسلمان ممبر اپنی اکثریت سے طے کریں گے۔ اور اس طرح ہندو حکومت نہ ہندو ہوا، ہندو راج۔ ہندو اکثریت کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔ ملک کی وحدت بھی قائم رہتی ہے۔ ہندوستان فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا ہے۔ اور آزاد ہوتا ہے ایسی صورت میں دستور ساز اسمبلی میں ہندوؤں کی اکثریت کوئی معنی نہیں رکھتی اور نہ نقصان رساں رہتی ہے۔ البتہ اس میں نقصان کسی کو رہتا ہے تو سامراج کو جس نے اپنی حفاظت کے لئے لیگ کو قلعہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) کتنی عجیب بات ہے۔ ایک طرف مسٹر جناح یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کانگریس مقابلہ سے بھاگ گئی۔ اور دوسری جانب یہ متضاد بیان ہے۔ فرمائیے ان دونوں میں سے کون سا سچا ہے؟

ہمارے سامنے اس وقت ان کا تازہ بیان ہے اس لئے اسی پر ہمیں بحث کرنی ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ کانگریس نے اپنے وسیع ذرائع ان مسلمان امیدواروں کے حق میں استعمال کئے۔ جو ملک کی آزادی کے لئے کانگریس کے ساتھ جنگ آزادی میں شریک ہیں۔ تو پھر کیا یہ کوئی جرم ہے؟ کانگریس ان مسلمانوں کو جنہوں نے کانگریس کے جھنڈے کے نیچے قربانیاں دی ہیں۔ کیونکر تنہا چھوڑ سکتی ہیں جبکہ وہ اپنی امداد کے لئے ان کو پکار رہے ہیں۔

لیکن کیا یہ غلط ہے کہ لیگ نے اپنے امیدواروں کے لئے بد دیانتی، غنڈہ گردی، حکام رسی، بے ایمانی، مذہبی دہشت سے کام نہیں لیا۔ اور بے پناہ روپے کی بارش نہیں کی!

اگر مسٹر جناح اس سے انکار نہیں کر سکتے تو پھر آنسو کیوں بہاتے ہیں؟

ہمارے علم میں کانگریس کا آفیشل آرگن پورے ہندوستان میں ایک اخبار بھی نہیں ہے۔ البتہ کانگریس ہائی کمانڈ کے رکن پنڈت جواہر لال نہرو دو اخبارات (نیشنل ہیرالڈ، قومی آواز) کی سرپرستی فرماتے ہیں جو کانگریس کے خلاف لیگ کی تہمتوں کی تردید کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے کسی حصہ سے کانگریس کا کوئی آرگن شائع نہیں ہوتا البتہ ہر صوبہ میں کچھ اخبارات ایسے ہیں جو کانگریس کے کاز کو سپورٹ کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں صرف حریت دہلی سے کانگریس کی حمایت کرتا ہے، کلکتہ میں سوشلسٹ اخبار ہند، یو۔ پی۔ دہلی پنجاب میں جمعیۃ علماء ہند کے سپورٹر، مدینہ، انصاری، زمزم ہیں جس کے مالکان اور مدیران اپنی پالیسی کے خود ذمہ دار ہیں۔ کانگریس پر اس کی ذمہ داری ڈالنا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ جو سامراج کے بعد اسمبلی ہال میں گھڑا گیا۔

کیا صرف دہلی سے مسلم لیگ کے درجن اخبارات کا مقابلہ اکیلا حریت کر سکتا ہے؟

کیا پنجاب میں زمزم۔ یو۔ پی میں مدینہ دہلی میں انصاری۔ بنگال میں ہند لیگ کے درجنوں اخبارات کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

جبکہ ہند اور حریت کے ایڈیٹروں پر قاتلانہ حملے کئے جا چکے ہوں اور ان کو کانگریس کی حمایت سے باز رکھنے کیلئے ہر ممکن ذریعہ اختیار کرنے میں ناکامی ہو چکی ہو۔

رہ گیا غیر محدود مالی دباؤ اس کی حقیقت یہ ہے کہ لیگ اور سامراج کے غیر محدود مالی دباؤ کا مقابلہ یہ غریب اخبارات کیا کر سکتے ہیں۔ جبکہ ان کی مالی حالت کسی وقت بھی قابل اطمینان نہ رہی۔

ہر حال مسٹر جناح کا یہ بیان انتہائی گمراہ کن اور جھوٹا ہے۔ جس کو حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور اعداد و شمار کی موجودگی میں اس کا ایک حصہ بھی سچا ثابت کرنے کی مسٹر جناح میں ہمت

نہیں ہے نہ ان کے دلائل میں کوئی وزن ہے جن کو قابل کیا جا سکے۔

البتہ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسٹر جناح کے پاکستان کا پہلا مورچہ دستور ساز اسمبلی کی نا سیس پر ہوگا۔ اور یہیں ان کو شکست فاش اپنے لفٹنٹوں کے ہاتھ ہوگی، اگرچہ یہ یقین ہے کہ مسٹر جناح ریزولیوشن بازی، دھمکی، سخت احتجاج سے آگے اگر بڑھے تو اس وقت یہ سروں، خان بہادروں، ٹھیکہ داروں، سرکاری ملازموں کی فوج اس روائتی ہاتھی کا کام ہوگی جو ایک ہی فوج کو تباہ کرتا ہے۔ مگر اس کی توقع مسٹر جناح کی پارلیمنٹری ذہنیت سے نہیں۔

لیگیوں کا نیا پیشہ

آج کل لیگی اخبارات میں خطوں کا بہت چرچا ہے۔

(۱) حضرت پیشوائے اعظم علامہ ابوالکلام صاحب آزاد کا خط لاہور کے کسی دوست کے نام۔ جو ان کے کسی خط کے جواب میں ہے۔

(۲) ضلع کانگریس کمیٹی گڑگانوہ کا خط مولوی سلیمان صاحب کے نام ہے جس میں حضرت علامہ مدنی کے لئے لیٹرول کے بند و بست کا ذکر ہے۔

(۳) مولینا سید حبیب صاحب کے نام کا خط جو کانگریسی امیدوار ہیں۔

پہلے خط کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک سوال کے جواب میں ہے جس میں حضرت پیشوائے اعظم ارشاد فرماتے ہیں۔

"گاندھی جی کا طریق کار اور ہے اور میرا اور۔"

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر جناح نے جو بازاری "پھبتی" شو بوائے، کی حضرت پیشوائے اعظم کی شان میں کہکر اپنی شرافت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور لیگی حلقوں سے جو مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے بے بنیاد الزامات گھڑے جاتے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟

(۲) مجاہد اسلام حضرت علامہ حسین احمد صاحب مدنی جمعیۃ علماء کے ایک امیدوار حضرت مولانا کی حمایت میں تقریر کرنے جا رہے ہیں۔ مولانا کی موٹر لاری کا انتظام اگر کانگریس کرتی ہے تو اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ اور اس سے جمعیۃ پر کیا الزام عائد ہوتا ہے۔

لاریب مجاہد اعظم حضرت مولانا کانگریس کے متعاہدہ کے لئے دورہ کر رہے ہیں: ظاہر ہے کہ لیگ کے خلاف جو امیدوار ہے۔ اس کی مدد کانگریس کو اپنے اصول اور اعلان کے مطابق کرنی چاہئے اس میں اعتراض کی بات ہی کونسی ہے؟ لیگ کے خلاف تو اگر یونینسٹوں کی بھی مدد کی جائے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) مولینا سید حبیب صاحب کے خط کے متعلق ان کا بیان ہے کہ یہ خطوط جعلی ہیں۔

کون ہے جو لیگی دوستوں کی اس اخلاق باختگی پر کہ دوسروں کے خطوط چوری کرا کر یا مولانا سید حبیب صاحب کے بیان کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو خط سازی پر ان کو مبارکباد نہ دیگا۔ کیا صحافت اور دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ چوری پر فخر کا اظہار کیا جائے؟

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ خطوط اگر ڈاکخانہ کے ذریعہ چوری کرائے گئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈاکخانہ کے مسلمان ملازموں میں لیگی زہر سرایت کر گیا ہے۔ اس لئے اس فرقہ داری کے ماتحت کسی غیر لیگی کی ڈاک محفوظ نہیں رہ سکتی۔ جس پر غور کرنا اور ڈاک کی حفاظت کا انتظام کرنا ڈائرکٹر جنرل کے فرائض میں شامل ہے۔

خطوط خواہ وہ کسی کے ہوں جس وقت ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں وہ پوسٹ آفس کے پاس ایک امانت ہیں۔ جن کی حفاظت ڈاکخانہ کے ملازموں کا فرض ہے جن کی تنخواہیں اس محصول سے ادا کی جاتی ہیں۔ جو فرستندہ ادا کرتا ہے۔

ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ڈائرکٹر جنرل نے اس وبا کو روکنے کے متعلق کیا انتظام کیا ہے۔ اور اس نے لیگ کے اس نئے پیشہ کے اثرات کی ہلاکت آفرینی کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے ہیں؟

"پاکستان ہماری لاشوں پر بنے گا"

کانگریسیوں کے اس اعلان پر لیگی بہت چراغ پا ہو رہے ہیں اور اس کو ہندوؤں کی مخالفت ظاہر کر کے لیگیوں کو مشتعل کر رہے ہیں۔

حالانکہ پاکستان کے نقصانات پر جو دلائل دیئے گئے ہیں ان کی تردید لیگی کیمپ سے نہیں ہو سکی ہے۔

پاکستان کا مسئلہ ہندو مسلمانوں میں ہی مابہ النزاع نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ پاکستان مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ نہیں ہے۔ پاکستان اقلیتی صوبوں کے مصائب و مشکلات کا حل نہیں ہے۔ اس لئے ہندوؤں سے پہلے مسلم لیگ کو پاکستان قائم کرنے کے لئے قوم پرور مسلمانوں سے لڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ملک کی تقسیم اور ۲ کروڑ مسلمانوں کی تباہی برداشت نہیں کریں گے۔ اس لئے لیگی سورماؤں کو پاکستان حاصل کرنے کے لئے ہماری لاشوں سے گذرنا ہوگا۔

پاکستان کے سامراجی دلائل

پاکستان کی تائید میں شرعی دلائل دینے کی بجائے حضرت علامہ تھانوی کے فرضی جانشین جو اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے حضرت کی روح کو صدمہ پہنچا رہے ہیں فرماتے ہیں۔

"جہاں مسلمانوں کی اکثریت مطالبہ پاکستان کی حامی ہے۔ وہاں ہمارے چند بھائی غیروں سے مل کر جھگڑتے ہیں اور پاکستان کی برائی کرتے ہیں۔ اسے مسلمانوں کے مفاد کے خلاف بتاتے ہیں۔

میں ایسے بزرگوں سے سوال کرتا ہوں کہ اگر مطالبہ پاکستان مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نہ ہو تو ہندو یہ کبھی نہ کہتے کہ۔ "پاکستان ہماری لاشوں پر ہی بن سکتا ہے"۔

اوہ کیا عقلی اور شرعی استدلال ہے؟ کیا پاکستان کی مدلل تائید ہے؟ ہر اسے سننے کے لئے ناک کٹوانا اسی کو کہتے ہیں جو اعتراضات پاکستان پر کئے گئے ہیں ان میں کیا کسی ایک کی تردید اس سے ہوتی ہے؟ اس سامراجی مولوی اور اس کے جا ہلی تنخواہ دار ہند کو حریت کی طرف سے مباحثہ کا چیلنج دیا جا چکا ہے اور یہ دونوں اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

منشی طیب کا سجدہ سہو

اخبارات میں مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے نہایت عیاری کا ثبوت دیتے ہوئے عوام کے حافظے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس بیان کو سجدۂ سہو کہتے ہیں اور مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہرگز گمراہ نہ ہوں اور اس کو نہ بھولیں کہ دیوبند میں مجاہد اعظم شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی کے خلاف جو کچھ ہوا۔ اس میں بڑا ہاتھ منشی طیب صاحب کا ہے۔ جن کے متعلق تفصیل سے ہم الیکشن کے بعد بحث کریں گے۔ اور یہ بتانا ہے کہ جب تک ادارہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نام پر فروخت کرنے والوں کو اس دارالعلوم سے علیحدہ نہ کیا جائے گا۔ دارالعلوم ہمیشہ اسی طرح کھلونا بنایا جائے گا۔

جب حضرت نوحؑ کی اولاد اپنی بداعمالیوں کی بدولت نبی کی اولاد نہ رہی تو حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی اولاد اس دارالعلوم میں کیوں رکھی جائے جبکہ حضرت قاسمؒ کے منشاء اور مسلک کے خلاف حکومت کے ہاں رہن رکھنے کیلئے سرکار پرستوں کی ٹولی کی سرپرستی منشی طیب فرمائیں۔

منشی جی کو اطمینان رکھنا چاہیئے اس مرتبہ ان کا تعاقب جاری رکھا جائیگا بلکہ دارالعلوم کی حفاظت اور بقا کے لئے ان سب کا دارالعلوم سے دائمی قطع تعلق کر لیا جائے۔ اب اس قسم کے مکارانہ بیانات سے مسلمان مطمئن نہیں ہونگے کتاب زندگی کے اوراق بہت جلد پڑھنے کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

پوسٹل محصول کم کرو

نئی اسمبلی میں سب سے بڑی اور سب سے طاقتور پارٹی کانگریس کی ہے جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اسمبلی میں گئی ہے۔

جنگ ختم ہو گئی جنگ کے بڑھے ہوئے اخراجات پورے کرنے کے لئے پوسٹل محاصل میں زبردست اضافہ کیا گیا تھا۔ اور وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ اضافہ عارضی ہے۔ اس لئے وقت آ گیا ہے۔ پوسٹ کارڈ لفافہ کی قیمتیں کم کرائی جائیں۔ رجسٹری اور وی۔ پی کا محصول کم کرایا جائے۔ وی پی کی رجسٹری لازمی نہ ہے۔ پارسلوں کا محصول کم کیا جائے۔

ٹیلی فون تار کی جو فیس جنگ سے پہلے تھی وہی مقرر کی جائے۔ کیونکہ اب سامان آنے میں وقت نہیں ہے۔ یہ محکمے آسائش عامہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو رعایا کا خون چوسنے کا ذریعہ نہیں ہونا چاہیئے۔

ہم کانگریس کے ارکان اسمبلی کو عوام کی اس اہم ضرورت پر توجہ دلاتے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس پر فوراً توجہ فرمائیں گے۔

مبالغے بہر فسانہ حقیقت بنا دیا
ہم نے حقیقتوں کو بھی افسانہ کر دیا

خلافت کانفرنس کا اجلاس کراچی کئی اعتبارات سے ایک اہم ترین اجلاس تھا۔ اس لئے کہ اس اجلاس میں مسلمانوں کو جنگ میں برطانیہ کا ساتھ دینے سے روکنے کے لئے ایک رزولیوشن پیش ہونے والا تھا۔ اس کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی سے خلافت کمیٹی نے حاجی عبدالغفار صاحب کرشمی، مولانا حافظ عزیز حسن صاحب بقائی اور مجھے منتخب کیا۔ چنانچہ ہم تینوں اس کانفرنس کی شرکت کے لئے کراچی گئے۔ اس کانفرنس کے صدر مولانا محمد علی صاحب تھے۔ کانفرنس کے اہم ترین رزولیوشن پر تقریر کرنے والوں میں علاوہ جناب صاحب صدر کے جنہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں اس خیال کو نہایت پرزور طریقہ پر ظاہر کیا۔ اس رزولیوشن پر تقریر کرنے والوں میں میرا نام بھی تھا لیکن رزولیوشن پر مقررین نے جن میں مولانا شوکت علی۔ جگت گرو شنکرا چاریہ، ڈاکٹر کچلو وغیرہ تھے۔ اس قدر طویل اور پرجوش تقریریں کیں کہ جلسے کے اختتام کا وقت آ گیا۔ اور میری تقریر کی نوبت نہ آئی۔

اس وقت مجھے اس کا بہت افسوس تھا۔ کہ میں تقریر نہ کر سکا۔ اصل میں تو یہ بالکل حسن اتفاق تھا۔ مگر اس حسن اتفاق کی بدولت میں کراچی کے مقدمہ میں ماخوذ ہونے سے بچ گیا۔ کراچی خلافت کانفرنس کا تذکرہ اس سلسلے کے ایک دوسرے جلسہ کی یاد دلاتا ہے جو دہلی میں ہوا۔ جب علی برادران اور ان کے ساتھیوں پر کراچی کا تاریخی مقدمہ چلا اور اس میں انہیں تین تین سال کی سزا ہو گئی تو مولانا حسرت موہانی نے ایک تحریک شروع کی کہ ہندوستان بھر میں جلسے ہوں اور ان جلسوں میں بھی قرارداد دہرائی جائے۔ جو قرارداد کراچی خلافت کانفرنس نے پاس کی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے مولانا نے کانپور میں اس قسم کا ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس کے بعد ہر جگہ اس قسم کے جلسے ہونے قرار پائے۔ دہلی خلافت کمیٹی نے ایک جلسہ کا انتظام کیا۔ جلسے سے قبل خلافت کمیٹی کا جلسہ ہوا۔ جس میں جلسہ کے رزولیوشن اور جلسہ کا طریقہ کار طے ہوا۔

اس جلسہ میں دہلی کے ممتاز مسلمان جو تحریک خلافت میں کام کر رہے تھے موجود تھے ان میں بعض بہت پرجوش تھے اور بعض فطرتاً اعتدال پسند اور کمزور تھے جلسے میں بہت گرما گرم بحث ہوئی۔ ایک طبقہ تو یہ چاہتا تھا کہ جلسہ تو کیا جائے مگر تقریباً خانہ پری کر دی جائے۔ اور حتی الامکان گرفتار ہونے کے امکانات کو کم سے کم کیا جائے۔ جوشیلے نوجوان سربکف تھے۔ اور خلافت کمیٹی کے عہدیداران کے حامی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کمیٹی میں پرجوش نوجوانوں کی فتح ہوئی اور نہایت شعلہ فشاں رزولیوشن تیار ہوئے۔ اعتدال پسند طبقہ میں میں بھی تھا اس جلسہ میں یہ بھی طے ہوا کہ صدر خلافت کمیٹی اس جلسہ کی صدارت کریں پہلے وہ اپنی تقریر صدارت میں رزولیوشن کے الفاظ پڑھیں۔ اس کے بعد محرک موئید اور جملہ مقررین تقریروں کے ساتھ رزولیوشن کے الفاظ پڑھیں۔ خلافت کمیٹی کا جلسہ ختم ہو گیا تو اس وقت کے خلافت کمیٹی کے سکریٹری عبدالعزیز صاحب انصاری نے مجھ پر اور ایک مولوی صاحب پر جو اس کے بہت بڑے لیڈر تھے برس پڑے اور کہنے لگے کہ تم نے صدر کو بھی کمزور بنانے کی کوشش کی۔ اس پر میں نے کہا کہ بھائی صاحب آپ لوگ سے فالتو معلوم ہوتے ہیں اور جیل خانے جانے کو تیار۔ لیکن ہماری یہ حالت نہیں ہے۔ اور میں تو اب بھی یہ کہتا ہوں کہ جناب صدر، (جو جناب حکیم اجمل خاں صاحب نہیں تھے) اپنی تقریر صدارت میں رزولیوشن کے الفاظ نہیں پڑھیں گے اور اگر انہوں نے نہ پڑھے تو میں بھی نہ پڑھوں گا۔ اس پر عبدالعزیز صاحب انصاری نے جو بہت مخلص اور قابل آدمی تھے اور جو بعد میں ایک ریاست میں ہائی کورٹ کے جج بھی ہو گئے تھے مجھے وہ صلواتیں سنائیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ جب رات کو عظیم الشان جلسہ ہوا۔ خلافت کمیٹی کے ذمہ دار

اراکین سب موجود تھے۔ خلافت کمیٹی کے اس وقت کے صدر جلسہ کے صدر تھے! اور مقررین میں عبدالعزیز صاحب انصاری سوامی شردھانند جی۔ لالہ شنکر لال جی مولانا احمد سعید صاحب۔ قاری عباس حسین صاحب اور قطب الدین صدیقی صاحب کے نام نمایاں تھے، ڈائس پر موجود تھے۔ جناب صدر نے اپنی تقریر شروع کی اور ختم کر دی لیکن رزولیوشن کے الفاظ نہیں کہے۔ اس پر میں نے عبدالعزیز صاحب انصاری سے کہا کہ دیکھ لیا۔ اب میں بھی رزولیوشن کے الفاظ نہیں پڑھوں گا! اس پر عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ دیکھیں آپ کیسے رزولیوشن کے الفاظ نہیں دہراتے اور مولانا عبداللہ صاحب چوڑی والے جو بعد میں آنے نالے اور پھر ہندوستانی دواخانہ کے منیجر ہوئے۔ اور عزیز حسن صاحب نقشبندی نے جو بعد میں بہت سے رسائل کے ایڈیٹر ہوئے اور آج بھی حریت، دیشیوا کے ایڈیٹر ہیں اپنی خاص زبان میں ڈانٹنا شروع کیا اور دھونس کہا کہ وہ زبردستی مجھ سے رزولیوشن کے الفاظ کہلوائیں گے۔ جناب صدر کی تقریر کے بعد عبدالعزیز صاحب انصاری تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی تقریر میں مقررین کے لئے اس ضابطہ کا اعلان کیا کہ ہر مقرر اپنی تقریر کے آخر میں رزولیوشن کے الفاظ دوہرائے گا۔ اور جناب صدر کو یہ کہہ کر باندھا کہ آخر میں جناب صدر رزولیوشن کا ایک ایک لفظ پڑھیں گے اور حاضرین اسے دوہرائیں گے۔

عبدالعزیز صاحب کی تقریر کے بعد ایک دو تقریریں اور ہوئیں۔ اس کے بعد راقم الحروف کا نمبر آیا۔ میں نے نہایت پرجوش تقریر کی۔ جذبات میں ہیجان۔ خون میں جوش زندان کی سلاخیں اور پھانسی کا پھندا۔ اور اسی قسم کے جوشیلے الفاظ بہت سے کہے۔ لیکن گھنٹہ بھر کی تقریر کے باوجود نہ تقریر ختم ہونے میں آتی تھی۔ اور نہ رزولیوشن کے الفاظ دوہرانے کی نوبت۔ عبدالعزیز صاحب انصاری شریفانہ طور پر فرما رہے ہیں کہ رزولیوشن پڑھیے۔ رزولیوشن پڑھیئے۔ اور مولانا عبداللہ صاحب اور قاری صاحب اپنی زبان میں مجبور کر رہے تھے کہ رزولیوشن کے الفاظ پڑھے جائیں آخر وہ وقت آ گیا کہ صدر صاحب کو تقریر ختم کرنے کا حکم دینا پڑا۔ حکم

ملتا تھا کہ شوکت الفاظی پھر ایک مرتبہ عود کر آئی۔ میں نے کہا کہ اس وقت جذبات میں ہیجان ہے۔ خون میں جوش ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ میں تقریر ختم کر دوں۔ میرے ان الفاظ پر مجمع نے کہا تقریر جاری رکھئے۔ لیکن میں نے نہایت پرزور طریقہ پر کہا کہ جناب صدر کے حکم کی تعمیل ہم سب پر فرض ہے۔ یہ کہہ کے بغیر رزولیوشن کے الفاظ پڑھے بیٹھ گیا۔ اس پر احباب نے کیا کچھ نہ کہا ہوگا یہ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس جلسہ کا اس سے زیادہ دلچسپ سبق ابھی باقی ہے۔ میری تقریر کے بعد مولانا احمد سعید صاحب تقریر کر رہے تھے کہ جناب صدر نے فرمایا کہ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے تم صدارت کرو۔ میں نے ان سے یہ اصرار کیا کہ مولانا کی تقریر کے بعد آپ تشریف لے جائیں اور مولانا کو صدر بنا دیں۔ بات معقول تھی اور جناب صدر نے اس بات کو مان لیا۔ صدارت کی اس ذمہ داری سے عملی طور پر بچنے کے لئے میں ڈائس پر سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ منشا یہ تھا کہ کہیں صدارت کا بار میری گردن پر نہ پڑے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے تقریر ختم کر دی اور جناب صدر نے ان سے بھی وہی سب کچھ فرمایا جو مجھ سے کہا تھا۔ لیکن مولانا نے یہ کہہ کر کہ جلسہ کی اہمیت کم ہو جائے گی انہیں روکا۔ بہر حال صدر صاحب کے لئے ایک دوشالہ آ گیا اور وہ اس میں لپٹ کر بیٹھ گئے میں یہ سمجھا کہ صدارت کا جو عطیہ مجھے ملنے والا تھا اس کا قصہ ختم ہو گیا۔ اور میں پھر ڈائس پر پہنچ گیا۔ ڈائس پر میرا قدم رکھنا تھا کہ صدارت مع دوشالہ میرے سپرد ہو گئی۔ اور جناب صدر صاحب اس قدر عجلت کے ساتھ تشریف لے گئے کہ مولانا احمد سعید صاحب اور دیگر عمائد کو کچھ کہنے کا موقع بھی نہ ملا۔ یہ صدارت کچھ معمولی نہ تھی۔ یہ صدارت بڑے خطرے کی چیز تھی۔ اس لئے کہ رزولیوشن کے الفاظ خود پڑھنے اور لوگوں سے دوہروانے تھے۔ لیکن اب سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ صدارت کے رزولیوشن کے اعزاز کو ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا جائے۔ چنانچہ انجام دیا۔

معلوم ہوا کہ اس جلسہ کے سلسلے میں جو لوگ گرفتار ہونے والے تھے ان میں رزولیوشن کے صدر بھی ہیں لیکن اسے حسن اتفاق کہئے یا کچھ اور بہر حال میری گرفتاری نہ ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب [illegible]

مقدمہ چلا اور انہیں سزا ہو گئی۔

دہلی کے اس دور کے قومی لیڈروں میں حکیم اجمل خاں صاحب اور میں دو ہی ایسے آدمی تھے جو جیل خانے نہیں گئے مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی ذات تو ہر قسم کی بدگمانیوں سے پاک اور بالا تھی۔ لیکن میرے متعلق تو مولانا عبد اللہ اور لیاقت علی صاحب جیسے بے تکلف دوستوں نے یہاں تک کہا کہ سی آئی ڈی کا ہے۔ یہ سوال بارہا مجھ سے بھی کیا گیا اور میں نے اسے ہمیشہ ہنسی میں اڑا دیا۔ لیکن آج جبکہ میں پبلک لائف کو چھوڑ چکا ہوں اس کا راز بتائے دیتا ہوں کہ کیونکر بچا رہا۔ حالانکہ بعض دوستوں نے جیل سے یہاں تک ہدایت بھیجیں کہ ان کی جیب میں کوکین کی پڑیا ڈال کر گرفتار کرا دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی پبلک زندگی کے تمام دور میں جس میں سینکڑوں تقریریں کیں اور ایک ایک دن میں آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے مختلف جگہ تقریریں کیں۔ اور اپنے ہزارہا مضامین میں کبھی لوکل افسروں کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ ان کی حالت کو قابل رحم بتایا۔ کہ وہ حکم کے بندے ہیں اور قابل افسوس نہیں ہیں۔ اپنی تقریروں اور تحریروں میں زیادہ تر وزیر اعظم برطانیہ اور وزیر ہند پر تبرا کیا کرتا تھا انگلستان کی حکومت کو تمام باتوں کا ذمہ دار قرار دیتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اکثر و بیشتر حالات میں مقامی حکام میرے خلاف نہ ہوتے تھے۔ اور بہت سے ایسے بھی تھے جو حکم کا بندہ ہونے کی بابت میری صداقت شعاری کے معترف ہوتے تھے اور اکثر اوقات میری گرفتاری کی تجویز افسران مقامی ہی کی وجہ سے ختم ہو جاتی تھیں۔ "ق"

ہزاروں دکھے ہوئے دلوں کی دعائیں

ہندوستان میں کسی ایک ڈاکٹر کو بھی ہزاروں مریضوں کے سرٹیفکیٹ نہیں ملتے: صرف گورنمنٹ سے رجسٹرڈ "پر سنجیون دمت"، جس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہے کہ ہندوستان کی عام پبلک ہی نے نہیں، بلکہ غیر ملکوں کے قدردانوں نے بھی سرٹیفکیٹ عطا فرمائے ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ یہ اشتہاری دوا ہے بلکہ اسکی زبردست کامیابی کا راز یہ ہے کہ یہ دوا نفیس اجزا سے مرکب ہے اس کی تیاری ہندوستان کے مشہور وید ستیہ دیو کی نگرانی سے ہوشیار دوا سازوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اس کی ہر شے تازہ اور دوا اثر ہوتی ہے اس کو ابتک لاکھوں مریض عورتوں اور مردوں نے استعمال کیا ہے۔ اور اس کے حیرت انگیز جادو اثر فوائد سے فائدہ اٹھایا ہے یہ دوا مایوس مریضوں کو نئی زندگی نیا حوصلہ اور نیا جوش بخشتی ہے بے جان اعصاب میں بجلی کی لہر دوڑا دیتی ہے۔ حرارت غریزی کو پیدا کرکے بچپن کی غلط کاریوں کو زائل کرتی ہے چند ہی یوم کے استعمال سے کمزوری، نامردی، احتلام وغیرہ موذی امراض دور ہوتے ہیں اس ایجاد کی بدولت لاکھوں برباد شدہ جوان قابل فخر مرد بن گئے اور ان کے ہاں اولادیں ہونے لگیں۔ اسی طرح عورتوں کے امراض میں بھی بیحد فائدہ مند چیز ثابت ہوئی ہے قیمت ایک ڈبہ تین روپیہ پانچ آنے، دو ڈبہ کا دام چھ روپیہ چار آنہ۔ تین ڈبہ کا دام ۱۲ہ۔ چار کا دام ۱۳ہ۔ ڈاک خرچ معاف اور پیکنگ خرچ الگ۔

ملنے کا پتہ

روپ بلاس کمپنی نمبر ۳۰ نمبر دھن کٹی کانپور

بنارسی ساڑیاں

دوپٹے شلوار اور قمیص کے سوٹ ہر صرف کے تھان ریشمی اور زری تجارت اور گھریلو ضرورت کیلئے طلب فرمائیے۔

تفصیل کے لئے جوابی خط لکھئے

ابو محمد امام الدین اینڈ سنز

رام نگر بنارس

اگر کوئی ایجنٹ آپکو دہلی میں

حریت

لاکر نہ دے تو آپ براہ راست

ریجنٹ نیوز ایجنسی نئی سڑک دہلی

اور الہ آباد میں

برانچ ریجنٹ نیوز ایجنسی ۱۳۲ لے جانسٹن گنج الہ آباد

سے انتظام کر لیجئے یہ جملہ وہاں سے شائع ہونیوالے ہر رسالہ اخبار کے واحد ایجنٹ ہیں

بہترین مشورہ

فی زمانہ اصلی گھی ملنا سخت مشکل ہے اور بازاری گھی کے استعمال سے صحت تباہ ہو جاتی ہے لہذا بہترین مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ اپنی صحت کی حفاظت کرنی چاہتے ہو

اوّل درجہ کا بناسپتی استعمال کیجئے

جو ہر لحاظ سے خالص گھی کا نعم البدل ہے

بہترین خوش ذائقہ زود ہضم اور صحت آفریں ہے۔ دماغی کام کرنے والوں کے لئے بہترین اور لطیف غذا ہے۔ جدید سائنٹیفک طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے ہر مارکہ کا تازہ ترین نفیس اور عمدہ مال ۵-۱۰-۲۵-۴۰ پونڈ کے سربمہر ڈبوں میں ہر جگہ کمپنی کے مقرر کئے ہوئے ایجنٹوں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

مزید تفصیلات مندرجہ ذیل پتہ سے دریافت کیجئے۔

مینیجر گنیش فلور ملز کمپنی لمیٹڈ دہلی

مراری لال رام کشن داس کھاری باؤلی دہلی

ادب اور آرٹ کا روح نواز مرقع

حریت کا ادبی اڈیشن

پڑھیے جس میں علم و ادب پر بہترین مقالات، سبق آموز نتیجہ خیز، معاشرتی افسانے، پر معلومات علمی مقالے شائع ہوتے ہیں، دلچسپ اور معلوماتی سوالات کے جوابات، ایکٹرس اور ایکٹروں کے نام پیام ان کے حالات زندگی با تصویر ہوتے ہیں

ریلوے کے ہر ایک اسٹال پر اور ہندوستان کے ہر نیوز ایجنٹ سے

چار آنے میں خریدئے

مایوس العلاج مریضوں کو مژدہ

ہر مرض کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے

بالمقابل پائیوالان اندرون ہائیگی جامع مسجد دہلی

حریت میں

اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیے

بچھو والو یہ یاد رکھو

بال جیون گھٹی

پیٹنٹ بال جیون کارنر پائیں

مسئلۂ فلسطین

(از مولوی عبدالقدیر صاحب)
(گذشتہ سے پیوستہ)

جنگ سے پہلے یہودی پانچ فیصدی تھے۔ آج کل تیس فیصدی ہیں اور اس میں یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے علاوہ اس کے عرب آمد سے سخت برافروختہ ہیں یہ ناراضی غیر یہود کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہود اور عرب ہمیشہ سے ساتھ رہتے چلے آئے ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان کو اب تک حکومت نہیں دی گئی ہے۔ مزید برآں حکومت برطانیہ یہود کی درآمد کی قوت کے ساتھ ہمت افزائی کر رہی ہے۔ کیونکہ نتیجۃً عرب اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں اور برطانیہ کو کثیر تعداد میں افواج بھیجنے کا بہانہ ہاتھ آ جاتا ہے جان ہے تس ہوم اپنی کتاب "فلسطین امروز و فردا" میں لکھتا ہے کہ:۔

"یہ امر عربوں کو فلسطین میں حکومت خود مختاری کا انکار ہے جو عربوں کے غم و غصہ کو یہودیوں کے خلاف نہیں بلکہ برطانیہ کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ سرکاری دفاتر میں انگریزی حکام کی بھرمار ہے صرف اعلیٰ درجہ کی ملازمتوں میں ان کی تعداد چار سو ہے! جو بڑی بڑی تنخواہ پاتے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ افلاس زدہ لوگوں پر ٹیکس بہت زیادہ ہیں حالانکہ ان کی اوسط آمدنی چار پونڈ سالانہ سے زیادہ نہیں ہے زمین کا کوئی قانون موجود نہیں ہے (کتاب مذکور) بلکہ وہی قانون ہے عدالتوں میں بڑے انگریز ہیں مختصراً فلسطین شاہنشاہیت کی جدید عیوب کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ۱۹۲۲ء کے مقابلہ میں اب تو ان کی حالت زیادہ بہتر ہو گئی ہے سینکڑوں ضیاع اور ہڑتالیں ہو چکی ہیں یہود کی آمد بے انتہا بڑھ گئی ہے اور ملک میں انگریزی افواج کی دار و گیر اور تعطل شدید جاری ہے اگر یہود کی درآمد اسی رفتار سے جاری رہی تو قلیل عرصے میں عرب اکثریت سے اقلیت میں ہو جائیں گے۔ اور خود مختار حکومت میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں ہوگا عرب چاہتے ہیں کہ فلسطین میں عرب حکومت ہو اور ممکن ہو تو وہ ہمسایہ حکومتوں سے وفاقی رشتہ بھی قائم کر سکیں اس کے خلاف یہود چاہتے ہیں کہ انگریزوں ہی کے ماتحت رہیں۔"

عربی نظام اجتماعی

تصویر کا یہ رخ بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر یہود جو یورپ سے یہاں آ کر پناہ لے رہے ہیں وہ ملک میں طرح طرح کے خیالات کی ترویج کر رہے ہیں جس سے عرب فلاحین کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ حالانکہ یہود کی اکثریت عبرانی زبان نہیں جانتی مگر عربی کے مقابلہ میں جو عموماً سمجھی جاتی ہے ملک میں رائج کی جا رہی ہے اور عبرانی کو اپنی قومی زبان قرار دے کر شخصی افتراق کو بڑھایا جا رہا ہے

برطانوی انتداب غیر تسلی بخش ہے

ہر شخص یہود کے بے گھر ہونے سے ہمدردی کرتا ہے۔ مگر ایک چھوٹے سے ملک میں ان کی سمائی بھی ممکن نہیں ہے۔ فلسطین کے عربوں کی منشاء کے خلاف یہودیوں کا سنگین کے بل پر داخلہ کا صرف یہی مقصد ہے کہ حالات کو پیچیدہ بنا کر نئی نئی مشکلات پیدا کی جائیں جو یقیناً خانہ جنگی کی تخم کاری ہے۔

بین الاقوامی قانون کو پیش نظر رکھتے ہوئے انگریزی حکومت پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اولاً برطانوی حکومت کا عرب اور یہود سے متناقض و متضاد وعدے کرنا جن سے دونوں فریق ناخوش ہیں ثانیاً جمعیۃ اقوام عالم کو فلسطین کی علمبرداری ایسی قوم کو نہ دینی چاہئے تھی کہ جس کی اہم ذاتی اغراض بہت حد تک متذکرہ علاقے سے وابستہ ہوں یہ بہت ممکن ہے کہ برطانیہ اپنے مفاد کے مدنظر یہود و عرب کی کشمکش کے بہانے پر فلسطین کو آزادی دینے سے انکار کر دے اور اگر اس کو کچھ مراعات دینے کے لئے مجبور ہونا پڑے تو اکثریت کے خلاف اقلیت کی مدد کے بھروسہ پر اپنے قبضہ کو بحال رکھنے کے لئے وہ طرز عمل اختیار کرے جیسا کہ ان سے ہندوستان میں ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو استعمال کر رکھا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ برطانوی حکومت کے حلقہ میں یہودیوں سے ہمدردی ہے تو یہ سوال ہو سکتا ہے کہ عربوں پر بار ڈالنا کیا معنی رکھتی ہے مگر بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ برطانیہ کو عراق کے تیل اور ہندوستان کے راستہ کا خیال اور پاس ہے ہندوستان کی طرح یہاں نام نہاد مذہبی مناقشت کا پیدا کرنا برطانوی فوجی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے ایک حیلہ ہے بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ فلسطین میں برطانوی سپاہ کے بھیجنے کا مدعا وہاں کے انتظام سے زیادہ یہ تھا کہ مسولینی کو تنبیہ ہو جائے کہ وہ ان ممالک میں اپنی ریشہ دوانیوں اور سیہ کاریوں سے باز آ جائے اور مشرقی بحیرہ روم میں اپنے مطالبات کو نرم کر دے

حل مشکلات

تین متضاد مفاد اس طرح ہیں کہ:۔

(۱) عربوں کے مطالبات آزادی و حکومت خود اختیاری وعدے کے مطابق جو ایک بدلہ تھا۔ ان جنگ عظیم کی خدمات کا جو انھوں نے اتحادیوں کے مفاد کی خاطر انجام دیں اور ان کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے فلسطین کو انتداب کی قسم اول میں رکھا گیا تھا۔

(۲) یہودیوں کے مطالبات ایسی جگہ کے لئے جہاں وہ اپنی زندگی آرام و آزادی سے گذاریں اور ان ایذا رسانیوں سے جو ان پر بعض ممالک میں ہو رہی ہیں مامون اور مصئون رہیں بلخصوص اعلان بالفور کی رو سے فلسطین میں ایسے مفاد حاصل کریں۔

(۳) حکومت برطانیہ کی خواہش کہ فلسطین کو اپنی شاہنشاہیت کے لئے استعمال کرے

ان میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ تیسری صورت صرف برطانیہ کی سیاسی اغراض عرب و یہود کے مطالبات کے ایفا میں حائل ہے اور اس کے ہوتے ہوئے قضیئے کے حل کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں برطانوی شاہنشاہیت اتنی سنگین ہے کہ فلسطین کے بارے میں دوسروں کے خیال کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اگر فی الحال فلسطین پر تسلط رکھنا ضروری ہی ہے تو جمعیۃ اقوام کو لازم ہے کہ کسی اور حکومت کو جس کے اغراض فلسطین سے وابستہ نہ ہوں فلسطین کا انتداب سپرد کر دے اور یہ انتداب قطعاً چند روزہ ہو مکمل آزادی کا وعدہ ہونا چاہئے اور جس قدر جلد قریبی مدت میں ہو اس کا ایفاء کرنا چاہئے اور فلسطین کو جمعیۃ اقوام میں شریک کیا جائے اور اس کو اختیار دیا جائے کہ وہ کسی عربی حکومت کے وفاق میں شامل ہو جائے۔

ثانیاً یہود و عرب جہدوان کی ایک کانفرنس ہونی چاہئے اور اس میں یہ تصدیہ حکومت جس کے اپنے اغراض وابستہ نہ ہوں وہ اس میں اعانت کرے۔ اس میں غالباً سب سے مشکل سوال یہود کی درآمد کی شرح کا ہوگا۔ جہاں تک ملک کے اقتصادی مفاد کا تعلق ہے اس حد تک یہود کی تعداد و بلحاظ عربوں کی خواہش کے مطابق متعین کی جائے جنگ سے پیشتر عرب اور یہود پرامن بستے تھے اور باہم مل جل کر زندگی بسر کرتے تھے اور اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ وہ آئندہ پھر ایسا ہی کریں بشرطیکہ ان کے دلوں سے ایک دوسرے کا خوف اور مخالفت جو متضاد پالیسی۔ عہد شکنیوں اور شاہنشاہی اغراض کی مداخلت سے پیدا ہو چکی ہیں دور نہ ہو جائے۔ مگر اس بات پر زور دیا جائے کہ عربوں کی مرضی کے بغیر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ یہود کی درآمد پر اصرار کرے۔

یہودی مسئلہ

فلسطین کے ایسے حل سے ظاہر ہے کہ یہودی مسئلہ کا حل نہیں ہوتا جبکہ تنہا فلسطین سا مختصر ملک مظلوم یہود کی کثیر تعداد کے لئے ناکافی ہے تو تمام نام نہاد عیسائی اقوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے حال پر غور کریں لہٰذا اس نے جس طرح یہود کے لئے ایک علاقہ نامزد کر دیا ہے اسی لئے دوسرے ممالک بھی کر سکتے ہیں برطانوی حکومت کے جنوبی امریکہ وغیرہ میں جو بیکار غیر آباد علاقہ ہے وہاں بھی آباد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس ہونی چاہئے۔

امکانی حل

ہمیں ایف یینگ صاحب کے مذکورہ بالا آرا اور تبصرے سے اتفاق ہے ان کی تجاویز حرفاً حرفاً مناسب ہے۔ مگر اب ایک جانب تو دنیا کی سیاست تمام تر بدل گئی ہے جس کے نتیجے کے طور پر قطعیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کا چھوٹے سے چھوٹا ملک آزاد ہوگا اور شاہنشاہیت کا خاتمہ ہوگا ورنہ ایک تیسری جنگ "لما تقولون ما لا تفعلون" کی عملی وضاحت و صراحت کرنے پر مجبور ہوگی۔ دوسری جانب برطانیہ ٹوھنگ پر تگو امریکن کمیشن مقرر کیا جا چکا ہے جو ظاہر ہے کہ وہی کرے گی جو اس سے پہلے سولہ مرتبہ کیا جا چکا ہے۔ یہ تضییع اوقات اور نیا مطلب کی پیچیدگی کا

آسام بنگال کا سچا جادو!

جادو طلاء امیر اور شوقین آدمیوں کے لئے قابل استعمال۔ اس کی صرف دو بوندیں غضب کی ہیں پھر سے حالات کتنا خلاف تہذیب ہے اسکی طاقت کو بادشاہی کہنا چاہیئے ایک بار کا زمانہ سب طلاؤں کو بھول جائیگے قیمت فی شیشی ایک تولہ پانچ روپے نمونہ کی شیشی ۶ محصول ۱۲

امرت لاس پلز اور نرالے طلاء کے ہمراہ طاقت کے لئے ان کا استعمال غضب ہی ہے دونوں دوائیں سچ مچ جادو کا کام کرتی ہیں۔ یہ پلز ہمارے ہاں دو قسم کی بنتی ہیں۔ نمبر اول صرف امیروں کیلئے۔ جن میں سونا موتی وغیرہ کے کشتہ جات بھی پڑتے ہیں قیمت بیس گولی ۲ روپیہ نمونہ ۵ گولی ۸ یہی نمبر دوم بغیر کشتہ جات والی ہیں بیس گولی صرف ڈھائی روپے۔ آرڈر میں اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔

پتہ: منیجر انڈین اسٹورز (H) شیلانگ (آسام) یا پنجاب افس جگادھری

ضرورت ہے

کاتب، [illegible]، محرر اور چپراسی کی [illegible] دیا جائے گا

[illegible] بازار جامع مسجد دہلی

کتاب
غوث الاعظم

سرکار بغداد سے عقیدت رکھتے ہیں تو آپ کی سب سے بڑی سیرت کو روزانہ اپنے مطالعہ میں رکھو اور گیارہویں کی محفل میں پڑھ کر سنائیں ہمیں یقین ہے کہ سب کو حضرت کے فیضان کا حصہ پہنچے گا۔ اگر آپ نے ابتک سیرت مبارک نہیں پڑھی یا نہیں سنی تو تعجب اور افسوس ہے پس فوراً یہ نسخہ شفا طلب کیجئے اور اسکی بڑی گھروں برکتوں سے مالا مال ہو جائیے قیمت ہے

منیجر رسالہ پیشوا۔ اردو بازار جامع مسجد دہلی

[illegible] ہوگا۔

فاتح اقوام ابھی فتح کے نشہ میں سرشار ہیں اسلئے نہیں لوما کر اپنے پرانے ڈھنگ ہی کی گردان [illegible] اب وہ طور طریقے فرسودہ ہو چکے ہیں اب تو وہی حل مفید ہو سکتا ہے جس میں کوئی اینچ پینچ نہ ہو اور ابہام سے خالی ہو اور [illegible] ہے کہ:

اعلان بالفور کو منسوخ کر دیا جائے۔

یہود کی درآمد قطعاً بند کر دی جائے۔

شام اور فلسطین کو ایک ملک قرار دیکر برطانیہ اور فرانس انتداب سے دستبردار ہو جائیں۔

دونوں متحدہ ممالک پر عرب حکومت قائم کر دی جائے۔

جو یہودی آباد ہو چکے ہیں وہ آباد رہیں عرب آباد شدہ یہودیوں کو اپنی رعایا سمجھیں اور ان کی موجودہ بہبود اور حفاظت کی ذمہ داری قبول کریں عراق پائپ لائن بدستور قائم رہے اسکی حفاظت عرب کریں اور اسکے محافظ فوجی دستے بنائے جائیں برطانیہ اور فرانس عربوں سے تجارتی معاہدہ کریں۔

برطانیہ اور فرانس اقتصادی امداد کریں اور تجارتی بیڑہ بنانے میں سہولت بہم پہنچائیں تاکہ وہ سمندر سے فائدہ اٹھا سکیں۔

یہود دنیا کے جس ملک میں رہتے ہیں وہاں اس ملک کو قومی وطن سمجھیں۔

اس سلسلے میں اطمینان دلانے کے لئے ضروری اعلانات فوراً کر دئے جائیں اور عملی امور ایک سال کے عرصے میں انجام دے کر فراغت پائیں اور آئندہ کے واسطے کسی ملک کے اندرونی حالات سے سروکار نہ رکھیں اور ہر قسم کی ریشہ دوانیوں کو ترک کریں۔ کام تو مفاہمت ہی سے ہوگا۔ جنگ تو ایک نشہ ہے۔ نشہ کا علاج نشہ سے دیرپا نہیں ہوتا۔ ہاں تباہی ضرور ہے کسی کی کم کسی کی زیادہ اور ایٹم بم کی ایجاد نے بتا دیا ہے کہ قدرت کے کارخانہ میں کسی شے کی کمی نہیں اس سے بڑھ چڑھ کر تیار ہو سکتے ہیں۔

سیف اللہ

حضرت خالد بن الولید سیف اللہ سپہ سالار افواج اسلامیہ فاتح اعظم کی کل سوانح عمری ان کی بے پناہ یلغاروں کی تفصیل۔ فاتحان عالم میں سیف اللہ کا درجہ اچھی لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کا سفید چکنا کاغذ ضخامت ۲۰۰ صفحے۔ قیمت ۱/۸

ملنے کا پتہ

منیجر نشاۃ ثانیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

(از جناب مولوی نور احمد خاں صاحب فریدی فاضل)

"تان سین"

"مہابلی"

"آج ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا نغمہ سناؤ۔ جس سے ہماری ساری کلفتیں دور ہو جائیں"

"بہتر جہاں پناہ"

اکبری عہد کے "بلبل ہزار داستاں" میاں تان سین نے یہ کہہ کر ستار اٹھایا اس پر شیام کلیان گانا شروع کیا۔ مغل اعظم کو یہ نغمہ بہت پسند تھا۔ جوں ہی اس کی ترنم آمیز آواز سامعت علیا میں پہنچی آپ تکئیں بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ اور بڑے ذوق شوق سے سننے لگا۔ دنیائے موسیقی کا شہریار تان سین بڑے جوش و خروش سے گاتا بجاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے روحانی پرور ناقرات نے تھوڑی دیر کے لئے دونوں کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا۔

تان سین کی انگلیاں نہایت سرعت سے ستار پر اپنا کام کر رہی تھیں لیکن دل و دماغ برابر سحر انگیزی میں مصروف تھا۔ اور مغل اعظم ایک کیفیت و بے خودی نظر آتا تھا۔ راگ ختم ہو گیا۔

اکبر اعظم نے نیم وا آنکھوں سے تان سین کو دیکھا۔ اور کہا "نغمہ بھی ایک جادو ہے"

"میاں تان سین آج ہم بہت محظوظ ہوئے"

تان سین ادائے شکر کے لئے زمین بوس ہو گیا۔ مغل اعظم نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"میرے بلبل! جب ہمارا قلب و دماغ سلطنت کے تفکرات سے پریشان ہو جاتا ہے جب ہم دہ بارے تھک ہار کر یہاں آ پڑتے ہیں تو تمہاری نغمہ سنجیاں ہمیں معاملات شاہی کے لئے دوبارہ تازہ دم کر دیتی ہیں"

"یہ جہاں پناہ کی ذرہ نوازی ہے کہ غلام کے حق میں اس قدر شفقت فرماتے ہیں ورنہ ہندوستان کے شہنشاہ کو تاگر اور مطربوں کی کیا کمی ہے"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ مطرب ہزاروں مل سکتے ہیں۔ مگر اس فن لطیف کا حجت گرد تان سین اور نہیں مل سکتا"

لیکن بابا ہری داس وہ کا ... مطرب ہے کہ تان سین بھی ... پر ناز کرتے ہے"

کیا کہہ رہے ہو تان سین! کیا وہ تم سے اچھا گا بجا سکتا ہے!؟

"ہاں مہابلی! وہ دنیائے موسیقی کے بادشاہ ہیں۔ انکی سحر انگیز لَے فرشتوں کو بھی مسحور کر دیتی ہے"

"یہ بات ہے ——؟"

"ہاں عالم پناہ"

"ہم اسے دربار میں طلب کر کے اس کا گانا سنیں گے۔ اگر واقعی کامل الفن نکلا۔ تو ہم اُسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیں گے"

"مگر جہاں پناہ! سوامی جی ایک سادھو ہیں۔ فقیر لوگ دربار میں آنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے طلب کر کے انہیں روحانی اذیت نہ پہنچائیے"

"اگر وہ نہ آئے گا۔ تو اکبر خود جا کر اس کا گانا سنے گا!"

"اگر آپ تشریف لے گئے۔ تو ... ہرگز نہ گائیں گے"

اس جواب نے شہنشاہ کے سمند شوق پر تازیانے کا کام کیا۔ بے ساختہ پکار اٹھا۔ تان سین! ہم کسی نہ کسی صورت اس باکمال انسان سے ضرور ملوں گا"

تان سین نے کچھ دیر فکر مند رہنے کے بعد عرض کیا کہ "اگر جہاں پناہ کو سوامی جی سے ملنے کا اس قدر اشتیاق ہے۔ تو خفیہ طور سے اپنے اس خادم کے ساتھ تشریف لے چلیں"

"ہاں ہم ایسا ہی کریں گے"

بالک ہٹ۔ تریا ہٹ اور راج ہٹ مشہور ہے۔ جب بھی بچوں، عورتوں اور بادشاہوں کو کوئی خیال آ جاتا ہے۔ تو اُنہیں ... ہیں۔ خاص کر اولوالعزم سلاطین کو ایک دفعہ جو خیال آ جائے۔ پھر جب تک اسے عملی جامہ نہ پہنا لیں چین سے دم نہیں لیتے۔ چنانچہ ایک دن یہ باتیں ہوئیں۔ دوسرے دن سلطنت کے کاروبار ابوالفضل کو سمجھا کر شہنشاہ اکبر ملازم کے بھیس میں تان سین کے ہمراہ متھرا کو روانہ ہوا۔

متھرا پہنچ کر تان سین اپنے نقلی ملازم کے ساتھ ایک سرائے میں اترا۔ جوں توں کر کے ... بڑی مشکل سے رات بسر کی۔ صبح سویرے اکبر اعظم سے اپنی ستار اٹھوا کر جمنا کو روانہ ہوا۔ یہاں ایک گوپے میں باوا جی اگیان دھیان میں مصروف تھے۔ کچھ دیر انہیں انتظار کرنا پڑا۔ جوں ہی فارغ ہوئے اور تان سین پر نگاہ پڑی خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ بے تحاشہ اٹھے اور اپنے پیارے چیلے کو کلیجے سے چمٹا لیا۔ پھر پیار سے اپنے پاس بٹھا کر کہا۔

"کہو بیٹا! کیسی گزر رہی ہے"

"آپ کی کرپا سے بہت اچھا گزارہ ہو رہا ہے مہاراج"

"ہاں بیٹا! تمہاری شہرت کی داستانیں سُن سُن کر میں اسی گوشے میں بیٹھا نہال ہوتا ہوں میں نے سُنا ہے۔ کہ بادشاہ تم سے پریم کرتا ہے۔ اور دربار کے سورما تم پر جان دیتے ہیں"

"ہاں مہاراج! شہنشاہ کی قدر دانی کا کیا کہنا۔ وہ بڑے دیالو ہیں سوامی جی!"

"بیٹا۔ بادشاہوں کے دربار میں رہنا بڑا کٹھن کام ہے۔ دیکھنا کہیں تمہاری زبان سے پرماتما کے بے قصور بندوں کو نقصان نہ پہنچے جتنا ممکن ہو۔ ہر ایک سے بھلائی کرنا کیونکہ بھلائی کرنا ہی سچا دھرم ہے"

"ایسا ہی ہوگا مہاراج"

"بیٹا! ذرا اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم گوالیار کے باغ میں شیر، بھالو اور بندر بن کر آدمیوں کو ڈرایا کرتے تھے۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی۔ کہ تم ایک دن اکبر کے دربار میں جا کر چمکو گے"

اب جو بھگوان نے تم پر اتنی دیا کی ہے تمہارا بھی فرض ہے کہ اس کی مخلوق پر دیا کرو"

سوامی جی اتنا کچھ کہنے پائے تھے۔ کہ اچانک اکبر پر نظر جا پڑی۔ پوچھا یہ کون ہے بیٹا!"

"میرا ملازم ہے مہاراج! ستار لے کر ہمراہ آیا ہے"

"اس کا چہرہ روشن اور اس کی آنکھیں بڑی چمکیلی ہیں۔ اسے نہ چھوڑنا تان سین!! اس کی پیشانی سے خوش بختی کے آثار ظاہر ہیں"

اکبر نے سہم کر آنکھیں جھکا لیں۔ کہ کہیں بنا بنایا کھیل نہ بگڑ جائے۔ تان سین نے ملازم کے حق میں چند تفریحی کلمات کہہ ڈالے۔ پھر فوراً کہا "مہاراج! عرصہ سے تان سین کے کان گرو جی کی رسیلی اور دلکش آواز کے لئے ترس رہے

دنیا میں ہر جگہ ہم پر حکومت ار رہتے؟
تانگے والے نے ایک لمبا سانس لیا اور ہم دونوں اٹھ کر ندی میں ہاتھ منہ دھونے لگے۔ اسی وقت نہایت درد انگیز لہجے میں کسی کے گانے کی آواز آئی۔

"ہم غریبوں کا خدا مند میں رہا ہوگا
ہم غریبوں کا ....."

تھوڑی دیر بعد جدھر سے گانے کی آواز آئی تھی۔ اس طرف سے بلک بلک کر رونے کی آواز آنے لگی۔ میں ٹک ٹک دیکھنے لگا۔ تانگے والے نے بتایا "حضور! ایک پگلی ہے۔ کبھی کبھی اس طرف نظر آجاتی ہے اور رات کے وقت گاتی ہے۔ کبھی روتی ہے کبھی ہنستی ہے۔ کہتے ہیں ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت جب فرنگیوں نے بہادر شاہ کو قید کیا تھا اور ان کے شاہزادوں کو مار ڈالا تھا تو ان کے محل کی کچھ بیگمات کنیزیں وغیرہ چھپ گئے کے بعد در در پھرنے کے لئے چھوڑ دی گئی تھیں۔ یہ پگلی ان ہی میں سے کوئی ہے۔ پھٹے کپڑے اور اس خرابی میں بھی حضور اس کی چال ڈھال، بات چیت سب شاہی ڈھنگ کا ہے۔ وہ معمولی عورت نہیں معلوم ہوتی۔"

میں نے تانگے والے سے کہا "تم اس عورت کو بلاؤ۔ میں اس سے باتیں کرونگا"
تانگے والا بولا "وہ کسی سے نہیں بولتی حضور، نہ کسی کی طرف دیکھتی ہے۔ کہاں رہتی ہے؟ کیا کھاتی پیتی ہے کوئی نہیں جانتا۔ کبھی کبھی یہیں ندی کنارے نظر آجاتی ہے۔ نہ جانے کتنے برسوں سے اسی طرح گاتی ہے، روتی ہے ہنستی ہے مگر آج تک کوئی اس سے بات نہیں کر سکا۔"

مجھے بہت تعجب ہوا، خیر، کھانا کھا کر ہاتھ منہ دھو کر ہم لوگ پھر تانگے پر آئے۔ تانگے والے نے نہ جانے کتنی باتیں مجھے بتائیں۔ شروع شروع میں تانگے پر بیٹھ کر میں نے ایک ساتھی کی کمی محسوس نہ کی۔ مگر ۲۰ میل کب ختم ہوگئے میں بیان بھی نہ سکا۔
گاؤں میں پہنچ کر جب تانگے والے نے مجھ سے پوچھا "یہی گاؤں ہے نہ" کس کے مکان پر چلنا ہے؟ تو مجھے پتہ چلا کہ ۲۰ میل کا سفر ختم ہوگیا۔

(بقیہ مضمون کالم ۴)
عورت کی وفاشعاریاں ان کی سازشوں میں پنہاں ہیں۔ ان اسے نیکی کی کسی تدبیر کے دفعہ میں ...

"ش" کی شورش

(از محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ مفتی)

شداد کی بہشت سے شاید ہی کوئی کان آشنا نہ ہو۔ اس نے کتنے شوق و شفقت سے دنیا میں بہشت بنائی تھی۔ اس کے شیش محل اور شاداب گلشن کے شگفتہ بہار چشم زدن میں خشک و شکستہ ہو کر فرش خاکی میں روپوش ہوگئے۔ گردش چشم ستم پیشہ روش زمانہ کا آشوب شورش محشر سے کم نہیں۔ ہر وہ شخص جس کے شعور کی شمع روشن ہے چشم عبرت سے خانہ روز تماشہ میں ہے کہ شعاع خورشید شام تک اور شباب ماہ میں شب اور شمع شب دار تمام شب خاموشی سے پروانے کی لاش کو مرتعش ہو ہو کر فانوس کے شیشوں سے جھانکتی ہے حتیٰ کہ اس کا آتش ضبط ایک مرتبہ شعلہ زار بنکر ہمیشہ کے لئے اس کو خاموش کر دیتا ہے۔
گلشن کے آخرش برباد ہوجانے کے اندیشے میں شب کو شبنم اشک فشاں ہے۔ ذکر کہکشاں شب تاب کبھی ہوا کے دوش پر دشت و جبل میں محو گلگشت ہے کہ کہیں کوئی عاشق شوریدہ حال ہوش و وحشت اور تاریکی منزل سے شاکی ہو کر شوق برداشت سے دست کش نہ ہوجائے۔
آہ! یہ دنیا، کاغذ کی کشتی ہے۔ اس کے باشندے شطرنج کے مہرے، عرش سے فرش تک کی کل اشیا، کرشمہ ساز قدرت کے نقش و نگار ہیں۔ شعریت کی خاموش فضا میں دلکش نغموں کی شورش ہے اور نالہ و نوحہ کے جوش و خروش میں ایک خاموش دلشکن منظر پیش نظر ہے جس سے فرشتگان مقرب مرتعش ہو کر عرش اعظم میں جنبش لاتے ہیں۔
یاد گذشتگاں میں چشم سے اشک کی بارش اور دل کی جنبش سے بدن میں لرزش کی پیدائش ہوتی ہے۔ لغزش خاکی شفقت کنندگان کو کہیں شیریں نیند سلا دیتی ہے اور کہیں عناصر کشش کی شمولیت سے سرشار کر کے بشر کو زینت بخش عالی شان کو شک و ایوان بنا دیتی ہے۔ خوشبوئے گل شاداب و شگفتہ زیردستی مشام۔ روح کو تازگی بخشنے کی کوشش شام و پگاہ کرتی ہے۔ شفق کی خوشرنگ فضا شراب غم نوش کو مدہوش کرنے کے لئے شد و مد سے کام لیتی ہے لیکن میرا دل شوریدہ اپنے شش و پنج سے اسے شرمندہ ہی کر دیتا ہے۔
اے کوہ آتش فشاں! اے دل پرشور تو اپنے شعلوں میں خاموشی سے مدغم ہوجا کیونکہ سفینۂ کائنات تیری شرر افشانیوں کو برداشت رکھنے کی قوت نہیں رکھتا۔ تواریخ کے شیرازے شاہد ہیں۔ پانی پت کے مشہور میدان میں، شمشیر زن بابر بادشاہ ابراہیم لودی کو شکست فاش دے کر کشتوں کے پشتے لگا کر دکن کو واپس ہوا اور شاہزادہ ہمایوں بیگمات کے شامل شبستان پانی پت میں رہ گیا۔ شہر میں عشرہ گذار کر گیارھویں دن عید کی خوشبوؤں کا جوش و خروش تھا۔ شہر کے بچے بچے شاد و شادماں ہو رہے تھے ہمیشہ کی عید سے زیادہ اس دن خوشی تھی۔ ایک تو عید، دوسرے دشمن کی شکست شاہی خاندان اور شرفائے شہر و لشکریوں نے شاہزادے کی خدمت میں نذریں پیش کرنی شروع کیں۔ شرقی پوشاک اکل و شرب اور جشن و خوشی کی خیمۂ شاہی میں بارش ہو رہی تھی۔ ادھر ابراہیم کے رشتہ دار شیخ و شاب جیل خانے میں اپنی گذشتہ شان و شوکت کو یاد کر کے اشک افشاں تھے شور و شین سے زنداں کی دیوار شق ہوتی جا رہی تھی۔ قضارا لشکر شاہی کا ایک شخص ادھر سے گذرا شگاف در سے جھانک کر ایک شوریدہ حال شہزادی نے پوچھا اے شخص! کیا خیمۂ شاہی میں آج عید کا جشن ہے؟
شخص۔ ہاں! عید کے شامل دشمن کی شکست کی بھی خوشی منائی جا رہی ہے۔
شہزادی:۔ دربار شاہی میں کیا ہو رہا ہے؟
شخص۔ نذرانوں کی پیشکش!
شہزادی۔ شاید بادشاہ کی خدمت میں؟
شخص نہیں شاہزادہ ہمایوں کی خدمت میں جو شاہ کے جانشین ہیں۔
شہزادی۔ بیشک آج کی خوشی میں مجھے بھی شامل ہونا ضروری ہے اگرچہ مجھ سا ناشاد آج کوئی نہ ہوگا۔ اے شخص! تو شاہزادے کی خدمت میں میری گذارش پہنچا کہ رشتہ داروں میں ایک شکستہ حال عورت شریک جشن ہونے کی آرزو رکھتی ہے۔ شہزادے کی خدمت میں اس کی گذارش کی شنوائی ہوئی۔ لشکریوں کو شہزادے کا اشارہ ہوا کہ شتاب اسے دربار شاہی میں شریک کریں۔
تخت نشین شہزادہ نے شعر کا جنگ پانی پت کی شمولیت میں ایک دلکش نقشہ دیکھا۔ شکستہ حال شہزادی جس کی شفاف بے شکن پیشانی کے آگے ماہ شب چہاردہ شرمندہ تھا۔ چال ڈھال میں شاہی شوکت پوشیدہ تھی بہشتی حسن شاید ہی چشم فلک نے دیکھا ہوگا جس کی شومئی قسمت کی منشی ازل نے شوخی تحریر سے شادمانی کا ایک شائبہ اور خوشی کا نام و نشان بھی نقش نہ کیا تھا۔ اپنے دل شکستہ کی طرح، منحوس و شک چادر سے روپوش ہو کر دربار شاہی میں شامل ہوئی شہزادے نے رشک کی نظر سے اس کو دیکھ کر پوچھا، تیری کونسی خواہش دامن کش تھی جو تو دربار شاہی میں حاضری دینے کی خواہشمند تھی۔
شہزادی نے شائستگی سے تخت شاہی کے قریب اپنی مشت بڑھا کر ایک شیشہ کا کٹوا شہزادے کے سامنے رکھ دیا اور کہا، شاہزادے کی عمر دراز، جشن عید مبارک باشد، شاہانہ تخت و تاج ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے، میری تمنا ہے کہ شاہزادہ میری پیشکش قبول کرلے۔
اس پیشکش اور پیش قدمی پر حاملان حرم و فرشتگان سماوات خوش آمدید شاباش کہہ رہے تھے شہزادے کے دل میں لرزش پیدا ہوگئی برداشت کی گنجائش نہ رہی ایک فلک شگاف آہ کے ساتھ عورت کی اصل و شباب پر چشم شکرانہ نظر ڈال کر خاموش ہوگیا۔
شرکائے دربار شاہی نے شیشے کی تراش خراش پر نظر کی تو ہوش اڑ گئے۔ آخر شخص نے پرسش کی کہ کون ہے؟ شہزادی نے کہا شکست النصیب شہید ابراہیم میرا شوہر تھا، میں اس کی شریک زندگی محل اور یہ مشہور ہیرہ کوہ نور ہے۔
شہزادہ معہ شرکاء دربار شاہی شرم سے سرنگوں تھا سب کی چشموں سے بارش اشک اور ریزش خون جگر تھی۔ عیش جشن کی خوشی شورش دربار شاہی سے یک لخت خاموش ہوگئی۔
شرکاء دربار شاہی نے پرسش کی کہ ایک دشمن کے لئے تیرے دل سکستہ میں اتنی گنجائش کہاں سے آئی؟
شہزادی نے کہا۔ ابتدائے آفرینش سے شان خدا کا یہی کرشمہ ہے۔ (باقی مضمون کالم ...)

دھال سعادت شعار۔ بشر کو ظالم ... وشی سے شاکر ہے۔ بشارت کی نوشت آئے : نیر آئے نہیں رہتی جو کبھی شاہ رہتا ہے وہ گردش ایام سے نان شبینہ کا محتاج بھی کر دیتا ہے۔ شکر ہے کہ

مشاہیر

اکبر اعظم کی عیسائی ملکہ

(از جناب مولوی سراج احمد صاحب چشتی فتحپوری اکبرآبادی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۰) انگریزی کتاب "آگرہ ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹو" کلکتہ ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۲ء
Agra Historical and descriptive)
صفحہ ۱۹۱ میں تحریر ہے کہ مریم زمانی پرتگالی خاتون تھی اور وہ اکبر کی بی بی تھی (مریم اور مریم زمانی دو الگ الگ ہستیاں تھیں)
(۱۱) فاضل مورخ اسٹنلی لین پول اپنی تاریخ ہند میڈیول انڈیا ۱۹۰۳ء
(Mediaeval India)
میں لکھتے ہیں: مذکور ہے کہ عیسائیوں کا اکبر کے دربار میں یقیناً خیر مقدم کیا جاتا تھا اور اس کی ایک عیسائی بیگم تھی۔" اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۱ میں تحریر ہے۔ "کچھ دنوں بعد اکبر نے اور عورتیں ہندو، فارسی، مغل اور نیز ایک آرمینین بھی اپنے حرم میں شامل کیں۔ یہاں تک کہ اکبر کا حرم ایک مذاہب کا پارلیمنٹ بن گیا۔"
(۱۲) کتاب رولرز آف انڈیا مصنفہ کرنل جی۔ بی مالیسن (G. B Malleson) سی۔ ایس۔ آئی۔ مصنفہ سر ولیم ہنٹر مترجمہ سید علی بلگرامی حیدرآباد۔ موسومہ نظام اکبری میں اکبر کی بیگمات کا حال حسب ذیل تحریر ہے (۱) دختر مبارک شاہ والی [illegible] (۲) سلیمہ (۳) اکبر کی ماں راحیوت راجہ والئی جودھ پور کی بیٹی (۴) دختر راجہ بیکانیر (۴) ہمشیرہ راجہ بھگوان داس (جے پور) سے اکبر نے شادی کی اور اسکی بیٹی کی شادی سلیم سے کی (آمیر اور مارواڑ کی شادی) جودھ پور کے راجہ اودے سنگھ کی بیٹی سے اکبر نے سلیم کی شادی کی رہا [illegible] شاہجہاں۔ صفحہ ۲۱۹۔ اکبر کی اگرچہ کتنی ہی بیبیاں تھیں مگر آٹھ کا ذکر کتابوں میں درج ہے (۵) [illegible] کی بیٹی (۶) بابر کی نواسی بیوہ مرزا نور الدین (۷) بیوہ عبد الواسع۔ جہانگیر کی ماں جودھ پور کی رانی تھی اور چونکہ ولی عہد کی ماں تھی۔ اس لئے حرم سرائے شاہی میں اس کا سب سے بڑا رتبہ تھا۔"

(۱۳) انگریزی کتاب ترک ہندوستان میں مصنفہ ایچ۔ جی۔ کین صاحب ۱۸۷۹ء
(Turks in India by H. G. Keene)
تحریر ہے۔ صفحہ ۵۶۔ اکبر نے راجہ بہاری مل آمیر (جے پور) کی دختر سے شادی کی۔ جو اغلباً آنے والے بادشاہ کی ماں تھی مریم الزمانی۔ جس کو عام طور سے ایک عیسائی لیڈی خیال کیا گیا ہے۔ صفحہ ۵۰ اس کے علاوہ اکبر نے ایک آرمینین لیڈی سے اور شاہزادی دولت دار سے بھی شادی کی۔" یہ مسٹر کین مشہور نارس کا عالم اور مورخ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس ہے۔ کئی علمی کتابیں۔ تاریخ ہندوستان خاصکر تاریخ عہد مغلیہ اور دہلی اور آگرہ گائیڈ اسکی مشہور تصانیف ہیں۔ یہ آگرہ میں ۱۸۵۹ء میں ڈسٹرکٹ سشن جج تھا۔
(۱۴) مشہور فرانسیسی سیاح یعقوب لوئی روسلٹ جنہوں نے ۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۸ء تک ہندوستان میں سیر و سیاحت و تحقیق کے بعد اپنی مشہور کتاب "ہندوستان اور اس کے شاہزادے" مطبوعہ ۱۸۸۲ء میں شائع کی
(India and its Native Princes by Louis Rousselet)
فتح پور سیکری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ زنانہ محلات شاہی میں ہر شہزادی کا محل علیحدہ ایک احاطہ میں مع ایک باغ کے تھا۔ پہلا محل ملکہ میری ایک پرتگالی لیڈی کا ہے جس سے اکبر نے شادی کی تھی۔ اس محل میں بہت سے فرسکو منقش ہیں۔ منجملہ دیگر ایک کنواری مریم کے، ان سی۔ ایشن کی نمائندگی کرتا ہے۔
(Represent the Annunciation of Virgin Mary)

دوسری جگہ یہی مصنف لکھتا ہے کہ آگرہ میں مریم مکانی کا جو مقبرہ ہے وہ مقبرہ میریا میسکر ہر
(Maria Massaeum)
کا بگڑا ہوا نام ہے جو اکبر کی مشہور بی بی تھی۔ مریم مکانی اکبر کی ماں حمیدہ بانو بیگم کا لقب تھا۔[1] ان کا مقبرہ ان کے باغ آرام ملی میں کہا جاتا ہے۔
(۱۵) انگریزی کتاب "ہندوستان میں آرمینیا کے باشندے" مصنفہ میسرب جیکب سیٹھ ایم آر۔ اے۔ ایس گولڈ میڈلسٹ آرمینین کالج کلکتہ۔
(Armenians in India by Mesrovb Jacob Seth M.R.A.S. Gold medalist Armenian College Calcutta 1937)
اس کتاب میں مصنف نے واضح دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اکبر کی جو عیسائی ملکہ تھی اور جو پرتگالی کہی جاتی ہے وہ آرمینین تھی۔ کتاب مذکور کا مطالعہ میں نے اپنے [illegible] قیام بھوپال میں ماہ فروری ۱۹۳۵ء میں حمیدیہ لائبریری بھوپال میں کیا۔ یہ کتاب مجھے خاص طور سے ڈاکٹر نیوری صاحب ڈائرکٹر آثار قدیمہ بھوپال کی عنایت و اجازت سے منصرم صاحب لائبریری مذکور نے پڑھنے کو دی تھی۔ جس زمانہ میں اس مسئلہ کی تحقیق [illegible] میں کر رہا تھا کہ اکبر کی عیسائی بی بی تھی یا نہیں اس کتاب کے اقتباسات ہدیہ ناظرین ہیں۔
"مرزا ذوالقرنین کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ اکبری دربار کے امیر آرمینین تھے۔ اکبر نے آرمینیوں کو جن کی فطانت و ذہانت سے وہ واقف تھا۔ اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس کی سلطنت میں آکر مقیم ہوں اور محض مسافرانہ نہ رہیں۔ بحوالہ تھامس خوجامل آرمینین مورخ بنگال (Thomas Khojamal)

لکھا ہے کہ "اکبر جب سفر تعمیر کیا تو اول ایک آرمینین تجار جیکب یا جیکب سے ملا۔ بہت خوبصورت تھا۔ اکبر نے اس کو آگرہ آنے کی دعوت دی۔ اور جہاں جہاں آرمینیا کے لوگ تھے اکبر نے ان کو دارالسلطنت میں آکر بسنے کے لئے مدعو کیا اور اکبر کی اجازت سے ایک آرمینین چرچ ۱۵۶۲ء میں تعمیر ہوا۔ اکبر کی ایک ملکہ مریم زمانی بیگم آرمینین تھی۔ اس لئے اکبر کو آرمینیوں سے انس تھا۔ میر عدل عبد الحی۔ بحوالہ آئین اکبری ایک آرمینین تھا۔ حرم شاہی کی لیڈی ڈاکٹر ایک آرمینین لیڈی جولیانا تھی جو اکبر کی سالی تھی۔ اس جولیانا کی شادی اکبر نے جین فلپ بوربون آف نوارہ سے
(Jean Philip de Bourbon of Navarre)
جو فرانس کے شاہی خاندان سے تھا کر دی تھی۔ یہ شاہزادہ ۱۵۶۰ء میں قسمت آزمائی کے لئے فرانس سے چلکر ہندوستان آیا تھا۔ اور دربار اکبری میں حاضر ہوا تھا۔ عبد الحی میر عدل چیف جسٹس آرمینین کی بیٹی کی شادی اکبر نے ۱۵۹۰ء میں اپنے ایک درباری اسکندر
(Iskandar Alexander)
نامی سے کی تھی جو حلب (شام) سے آگرہ میں بحیثیت تجار آیا تھا اور اکبر کی ملازمت میں داخل ہوا تھا۔ اسکے دو بیٹے تھے بڑا اسکندر (پیدائش ۱۵۹۲ء) تھا اس کو اکبر نے مرزا ذوالقرنین کا خطاب دیا۔ یہ امر زیر بحث ہے کہ اکبر کی عیسائی بی بی عبد الحی میر عدل کی دختر تھی یا کوئی اور تھی۔ جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے کہ مرزا ذوالقرنین کو سانبھر کی فوجداری عطا ہوئی وہ اسکندر آرمینین کا بیٹا ہے جس کو خوش بختی سے عرش آشیانی (اکبر) کی ملازمت حاصل تھی۔ جنہوں نے اس کی شادی دختر عبد الحی سے جو حرم شاہی میں ملازم تھی کر دی تھی۔" لیڈی جولیانا۔ اکبر کی عیسائی بی بی کی بہن تھی۔ آگرہ میں سب سے پہلا گرجا اسی نے بنوایا تھا جہاں ایک معتبر روایت کی بنا پر اور ہندوستان کے بوربون کے خاندانی ریکارڈ کے بنا پر لیڈی جولیانا اور فلپ بوربون دونوں کی قبریں ہیں۔"

---

[1] مریم مکانی اکبر کی ماں کا لقب تھا جس مقبرہ کا مصنف نے بیان ذکر کیا ہے وہ مریم کا مقبرہ واقع سکندرہ ہے جو عیسائیوں کے چرچ و قبرستان کے قریب ہے اور جو مریم مکانی کا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہ مقبرہ مریم مکانی والدہ اکبر یا مریم زمانی والدہ جہانگیر کا نہیں ہے۔ بلکہ اکبر کی عیسائی بی بی مریم کا ہے۔ مریم زمانی والدہ جہانگیر کا مقبرہ اس جگہ تھا جہاں اب جہانگیر کا میدان ہے۔ یہ مقبرہ ۱۸۵۷ء میں چھاؤنی کی نذر ہو کر منہدم کرا دیا گیا تھا۔

(سوانح عمری اکبر از مرزا [illegible])

[2] مریم زمانی اکبر کی راجپوت بی بی اور جہانگیر کی ماں کا لقب تھا یہ عیسائی بی بی محض میری یا مریم کہلاتی ایک ہی لقب دو ہمعصر بیگموں کا نہیں ہو سکتا

نے اکبر کی حرم سرائے شاہی میں عیسائی ملکہ ہونے کو نہیں مانا ہے۔ فادر فرانسسکو "کورسی" (Father Francesco Corsi) جو ایک جیسوئٹ پیشوا تھا اس نے ۱۵ اکتوبر ۱۶۲۸ء کو مرزا ذوالقرنین کے بارے میں لکھا ہے "کہ جہانگیر کو اس سے محبت ہے اس کی پرورش اور تربیت اکبر کی شاہی حرم میں ایک ملکہ نے کی تھی جس کو وہ اپنی ماں کہتا تھا اور اکبر بادشاہ کو اپنا باپ" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اکبر کی ایک آرمینین بیوی تھی جو مرزا ذوالقرنین کی نانا دادی خالہ یا پھوپھی تھی (Armenian) مرزا ذوالقرنین کی ماں اس کو بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی! جیسوئٹ پادریوں کا کاغذات کی رو سے مرزا ذوالقرنین اور اس کے بھائی مرزا اسکندر دونوں کی پرورش شاہی محل میں ہوئی تھی۔ تادر پروسشن کے مضمون کے اخبار انگلش مین میں شائع ہونے سے پیشتر حسب ذیل خط ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء کو شائع اخبار مذکور ہوا تھا (اکبر کی عیسائی ملکہ) اور ہندوستان کے آرمینیوں کی روایت جناب من۔ ہندوستان میں ابتدائی زمانہ سے تا زمانہ حال آرمینیوں کے تاریخ نویس ہونے کی حیثیت سے مجھے اس بیان کرنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں ہے کہ اکبر کی ایک عیسائی ملکہ میرین (Marian) نامی آرمینین خاتون۔ کنارہ آرارا (Ararat) کی ساکن تھی۔ اس وقت بھی کلکتہ میں ایک نامور آرمینین معزز شخص کے قبضہ میں ایک خوبصورت بلحاظ فن اعلیٰ دستی رنگین تصویر اکبر اعظم اس کی آرمینین ملکہ کی موجود ہے۔ اس ملکہ کا لباس اور وضع نیم مشرقی اور نیم یورپین طرز کا ہے اس کے سر پر یا جسم پر بیش قیمت زیورات یا اعلیٰ قسم کے آرائش و زیبائش کی چیزیں جو ایک مسلمان یا ہندو ملکہ کے لئے لازمی نہیں ہیں۔ گلے میں ایک خوبصورت دوہرا ہار ہے جس میں ایک سادی طلائی آرمینین صلیب آویزاں ہے جس کے وسط میں ایک ہیرا جڑا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرنا چاہئے کہ یہ خاتون ایک سادی صلیب (Cross) پہنے ہے نہ کہ صلیب مصلوب (Crucifix) صرف اسی سے یہ ثابت ہے کہ یہ خاتون آرمینین ہے۔ آرمینین صلیب مصلوب کو بطور تعویذ نہیں پہنتے۔ یہ خاتون ایک خوبصورت مگر لازمی گھونگھٹ لٹکائے ہوئے ہے جو قدیم آرمینین آرٹ کا نمونہ ہے اور ایک ہلکی ترمل (Mantilla) یا مندیل زیب تن کئے ہوئے ہے جو اس کے سر کے بالوں کے نیچے کی طرف لٹک رہا ہے قدیم آرمینین عورتوں میں یہ مندیل ہمیشہ سر کی پوشش کا لازمی عنصر رہا ہے۔ کلکتہ مدرسہ کے سابق پروفیسر مسٹر بلاک مین نے اپنے آئین اکبری کے انگریزی ترجمہ کے تشریحی حواشی میں تحریر کیا ہے کہ اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ اکبر کی ایک عیسائی آرمینین بیوی تھی۔ مسلمان مورخوں نے بہت سے حوالے دیکر لکھا ہے کہ ایک بی بی اکبر کی مریم عیسائی تھی۔ اور اس کا مقبرہ اب سکندرہ، اکبر کی بی بی مریم کے مقبرہ کے نام سے موجود ہے۔ اکبر کی عیسائی ملکہ کا ہونا ایک مشہور بات ہے۔ (صیوب یہ سیٹ)

باقی آئندہ

دی مغل لائن لمیٹڈ

جنگ کے زمانہ میں

عدن، جدہ، پورٹ سوڈان

مصر اور ماریشش

جانے والے ہمارے مسافر اور مال کے جہازوں کی آمد و رفت ناگزیر حالات کی وجہ سے بند ہے

قیام امن کے بعد

ہمیں امید ہے کہ حالات عنقریب پہلے کی طرح ہو جائیں گے اور ان بندرگاہوں کو سفر کرنے والے اور مال بھیجنے والوں کے لئے انشاء اللہ بہت جلد ہمارے جہازات پھر اسی مستعدی اور باقاعدگی سے آنے جانے لگیں گے۔

دریافت طلب امور کے لئے

ٹرنر ماریسن اینڈ کمپنی لمیٹڈ ۱۶ بنک اسٹریٹ بمبئی

چیئرمین — لالہ ہنس راج گپتا

خدمت استحکام حفاظت

بیمہ کرانے یا بیمہ کا کام کرنے کے لئے بہترین کمپنی ہر ضرورت اور کے لئے بیمہ کی سکیمیں موجود ہیں

تلک انشورنس کمپنی لمیٹڈ کناٹ سرکس نئی دہلی

کپڑے کے راشن کا تیسرا دور

یکم جون ۱۹۴۶ء کو شروع ہو رہا ہے

کپڑے کے پرمٹ حاصل کرنے کے متعلق ہدایات

(۱) جب آپ اپنے کپڑے کے سارے کوپن استعمال کر چکیں۔ یا جب ان کے استعمال کی میعاد ختم ہو جائے تو آپ انہیں کسی کپڑے کے راشن کی دوکان پر جمع کرا دیں۔

(۲) آپ دوکاندار سے چھپے ہوئے مجوزہ فارم پر رسید ضرور حاصل کریں۔

(۳) پورے تین ہفتے گذر جانے کے بعد آپ اپنی رسید کو اسی دوکاندار کے پاس لیجائیے وہ آپ کو نیا پرمٹ دیدے گا۔

(۴) نیا پرمٹ لینے پر آپ دوکاندار کو اس کی رسید لکھ دیجئے اور پرانے پرمٹ کی رسید واپس کر دیں۔

(۵) اگر آپ اپنے نمائندے کو کپڑے کا پرمٹ لینے کے لئے بھیجیں تو اس کے ہاتھ اپنا تحریری اجازت نامہ اور پرانے پرمٹ کی رسید ضرور بھجوا دیں۔

★

دہلی راشننگ کی جانب سے شائع کیا گیا

طاقت و تندرستی کے واسطے

(رجسٹرڈ)

سدھ مکردھوج

جاڑوں میں ضرور استعمال کیجئے

سکھ سنچارک کمپنی لمیٹڈ متھرا

ہندوستانی دواخانہ دہلی

کسی تعارف کا محتاج نہیں لیکن رسم اس وقت یہی ہے کہ اخبارات میں اشتہار دیا جائے قبل اس کے کہ ہم اپنی دوا کا اشتہار دیں، ایک حقیقت صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دواخانہ ایک بورڈ کے ماتحت ہے، جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، معززین دہلی و ہندوستان کے ممبر ہیں۔ ان ممبروں میں سرتک کے خطاب یافتہ بھی ہیں، مسلم لیگ اور کانگریس کے ممبر بھی ہیں، ہر سال بورڈ بجٹ پاس کرتا ہے، اس کے مطابق اخراجات ہوتے ہیں، اس بورڈ کی مقرر کردہ مینجنگ کمیٹی ہے جو مکمل اختیارات دواخانہ پر رکھتی ہے، ہر ماہ تمام معاملات دواخانہ کے اس کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوتے ہیں، تمام قیمتی دوائیں کیرانہ کی مشہور منڈیوں سے خریدی جاتی ہیں، جن کا باقاعدہ رجسٹر میں اندراج ہوتا ہے بلوں کی ادائیگی پر تین چار ذمہ دار عہدیداروں کے دستخط ہوتے ہیں، حساب سالانہ آڈٹ ہوتا ہے۔ تمام قیمتی ادویہ کا لیجر بنتا ہے، لیجر سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ کون سی دوا کہاں اور کتنی صرف ہوئی، کارخانہ سے جب کوئی ملازم باہر نکلتا ہے تو دروازے پر اس کی تلاشی لی جاتی ہے، اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں، مشک، عنبر، موتی وغیرہ قیمتی دوائیں چار ذمہ دار اصحاب کے سامنے ڈالی جاتی ہیں، اور ان کے دستخط ہوتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ دوا اس وزن سے پڑی، ہماری دوائیں چونکہ اصلی دوائیں ڈال کر بنائی جاتی ہیں، اس لئے خوشنما دیدہ زیب بیشک نہیں ہوتیں لیکن جب چاہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا یا دوا معجون، و خمیرہ جس میں سونے و چاندی کے ورق پڑتے ہیں اور زعفران کی وجہ سے وہ علیحدہ علیحدہ محسوس نہیں ہوتے، آپ ہمارے ہاں کی ایسی دوا لے لیجئے اور دوسرے دواخانے کی۔ دونوں کو علیحدہ علیحدہ پانی میں گھول دیجئے اور دیکھ لیجئے کس میں صرف چاندی کے ورق ہیں اور کس میں سونے و چاندی دونوں ورق ہیں، اس دواخانہ کے نفع سے ہندو، مسلمان، سکھ لڑکے تعلیم حاصل کر کے نکلے ہیں اور ہر مذہب کے مریض اس کے شفاخانوں سے صحت یاب ہو کر ان خریداروں کو دعائیں دیتے ہوئے جاتے ہیں، جنہوں نے اس دواخانہ سے دوا خرید کر قومی زندگی کا ثبوت دیا اور خود بھی فائدہ اٹھایا، ذیل میں صرف ایک دوا پیش کی جا رہی ہے۔

جمیلان

جسم کی سستی، طبیعت کا اضمحلال، اعصاب کا ضعف، جریان، رقت، امساک کی کمی، مردانہ طاقت کی کمی، دوران خون کا صحیح نہ ہونا، چہرے کی بے رونقی، معدے، دانتوں کا ضعف دل و دماغ کی کمزوری

ان شکایتوں میں لوگ اس کے بڑے مداح ہیں

اس کی نکاسی کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ جب

عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خاں صاحب رئیس اعظم

سکریٹری بورڈ نے اس کا نسخہ ترتیب دے کر دواخانے کے دواساز کو دیا ہے

جمیلان کے قرص پچاس لاکھ سے زیادہ نکل چکے ہیں

قیمت ۱۴ قرص چھ روپے ۳۲ قرص تین روپے آٹھ آنے

ہندوستانی دواخانہ دہلی پوسٹ بکس نمبر ۲۲

KARDAR PRODUCTIONS
کاردار پروڈکشنز کا قابلِ فخر لاثانی شاہکار
شاہجہاں
عکاسی ـــــ دویچہ
صدا بندی ـــــ ایم کاترک
کاسٹیوم ـــــ فیض
ڈائرکشن، پروڈیوسر ڈائرکٹر
اے، آر، کاردار
موسیقی ـــــ نوشاد
گانے ـــــ مجروح سلطانپوری
آرٹ ڈائرکٹر ـــــ اچریکر
اداکار
سہگل - راگنی - جیراج
ایم ڈی کنور - سلوچنا چیٹرجی - ہمالیہ والا
نذیر بیدی - انوری - کیسر بائی
منیر سلطانہ اور نسرین
کاردار پروڈکشنز کا جذبات انگیز و نغمہ بار سوشل فلم
پروڈیوسر
پی این اروڑہ
افسانہ و ڈائرکشن نذیر اجمیری
موسیقی
نوشاد
گانے ـــــ مجروح سلطانپوری
124861
31.8.95
اداکار
تفصیلات کے لئے - کاردار پروڈکشنز - پریل بمبئی نمبر ۱۲

سایا بلوچی

مسٹر انل کمار